تذکرۂ آزردہ

مؤلفہ

مفتی صدر الدین آزردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

بابائے اردو روڈ — کراچی ۱

تذکرۂ آزردہ

مولفہ

مفتی صدر الدین آزردہ

مرتبہ

ڈاکٹر مختار الدین احمد

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ - کراچی - ۱

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو۔ شمارہ ۳۵۶

اشاعت اول ۱۹۷۴ء

تعداد پانچ سو

طابع انجمن پریس۔ شومارکیٹ کراچی

قیمت: پانچ روپے

فہرست

مقدمہ

مفتی محمد صدرالدین خاں آزردہ کو ان کے علم و فضل اور زہد و ورع کے پیشِ نظر شاعروں کے زمرے میں شمار کرنا ان کے شایانِ شان نہیں، لیکن اس کے باوجود ان کا اپنے عہد کے مشاہیر شعرا میں شمار ہوتا ہے اور ان کے معاصرین میں سے متعدد اصحاب ان سے مستفید بلکہ متاثر ہوئے۔

ان کا خاندان ہمیشہ علم و فضل سے مفتخر رہا۔ ان کے والد مولوی لطف اللہ کشمیری الاصل تھے مفتی محمد صدرالدین کی ولادت ۱۲۰۴ھ/ ۱۷۸۹ء میں دلی میں ہوئی۔ چراغ[1] سے تاریخِ ولادت نکلتی ہے۔ قرآن و حدیث و فقہ مولانا شاہ عبدالعزیز اور مولانا عبدالقادر اور شاہ محمد اسحاق سے پڑھے اور فلسفہ و منطق وغیرہ علوم حکمیہ مولوی فضل امام خیرآبادی سے۔ اپنے زمانے کے رواج کے مطابق خوشنویسی کی بھی باقاعدہ مشق کی تھی اور اس میں بہادر شاہ ظفر کے شاگرد تھے۔ پھر علومِ نقلیہ و عقلیہ میں خود وہ درجۂ کمال حاصل کیا کہ سب مانتے ہیں کہ اس جامعیت کے عالم ہندوستان میں دو ہی چار پیدا ہوئے ہیں۔ انھوں نے بھی صدقۂ جاریہ کے طور پر یہ فیض عام کر دیا۔ شاہجہان نے اپنے زمانۂ حکومت میں ایک مدرسہ "دارالبقا"[2] کے نام سے قائم کیا تھا۔ مناسب انتظام کے فقدان اور بے توجہی کے باعث یہ ایک زمانے سے ویران حالت میں پڑا تھا۔ مفتی آزردہ نے عمارت کی مرمت کروائی اور اسے پھر سے

[1] گلشن بیخار: ۱۰؛ تذکرۂ علمائے ہند: ۹۳؛ حدائق الحنفیہ: ۴۸۱

[2] یہ مدرسہ جامع مسجد دلی کے جنوب مغرب کی طرف اس کونے (شمال کے) میں تھا، جہاں اب پبلک پارک ہے۔ مزید حالات کے لیے دیکھیے، واقعات دارالحکومت دہلی، ۲: ۲۱۳

جاری کر دیا۔ اس کے تمام اخراجات اپنی جیبِ خاص سے ادا کرتے اور خود بھی طلبہ کو پڑھاتے یہی نہیں، نادار اور ضرورت مند طلبہ کی ضروریات کے بھی کفیل ہوتے[۵]۔ اپنی علمی فضیلت اور دوسری دماغی اور روحانی خوبیوں کے باعث شاہی میں مرجعِ خاص و عام تھے سلطنتِ مغلیہ کی طرف سے خطابِ خانی سے مفتخر ہوئے اور مدتوں حکومت کی طرف سے مسندِ افتا کی زینت رہے۔

جب انگریز نے اپنی سلطنت کا استحکام چاہا، تو اس نے تجویز سوچی کہ یہاں کے اہلِ وجاہت اور با اثر و رسوخ اصحاب کو انتظامِ حکومت میں شامل کرنا چاہیے، تاکہ لوگوں کی وحشت دور ہو اور ان کی نظروں میں اس کا وقار بڑھے۔ چنانچہ شخصی مقدمات فیصل کرنے کے لیے علما اور پنڈتوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اسی منصوبے کے تحت مفتی صاحب بھی انگریزوں کے ملازم ہوئے۔ ان کے جرنیل سر ڈیوڈ اختر لونی کے ساتھ بہت دوستانہ تعلقات تھے اور اسے ان پر کامل اعتماد تھا۔ اسی کی سفارش اور وساطت سے یہ انگریزی ملازمت میں داخل ہوئے۔ ابتدائی زمانۂ ملازمت میں بہت دن تک اختر لونی ہی کے ساتھ اجمیر اور نیمچ چھاؤنی اور جیپور میں مقیم رہے۔ ان دنوں یہ چار سو روپیہ مشاہرہ پاتے تھے[۶]۔ اس کے بعد انھیں ۱۵ جون ۱۸۴۴ء کو دلّی میں صدر الصدور مقرر کیا گیا[۷]۔

یہ بھی ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں انگریزوں کے معتوب ہوئے تھے۔ الزام یہ تھا کہ تم نے بخت خان کے فتویِ جہاد پر دستخط کیے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے اس فتوے کی تصدیق کی تھی؛ لیکن عام طور پر مشہور ہے[۸] کہ انھوں نے دستخط کے ساتھ فتوے

---

[۵] گلِ رعنا: ۲۲۷؛ اسی گلِ رعنا کے مؤلف مولوی عبدالحی نے اپنی عربی تالیف نزہۃ الخواطر (۷: ۲۱۱) میں لکھا ہے کہ وہ ۲۵ طلبہ کو وظیفہ دیتے تھے۔

[۶] علم و عمل، ۱: ۲۷۴

[۷] آگرہ گزٹ (انگریزی) ۱۸۴۴ء، ص ۱۹۸۔ اگرچہ نام سے یہ عہدہ بہت وقیع اور شاندار معلوم ہے، لیکن فرائض کے لحاظ سے یہ کم و بیش آج کل کے سب جج کے برابر تھا۔

[۸] مثلاً نقشِ آزاد: ۳۱۴ - ۳۱۵

پر الفاظ 'کتبت بالجبر' لکھ دیے تھے اور دانستہ نقطے نہیں ڈالے، تاکہ پڑھنے والے انھیں 'کتبت بالجبر' خیال کریں۔ تقریباً چھ مہینے حوالات میں رہنے کے بعد مقدمہ چلا، تو پیشی پر عدالت نے ان سے فتوے سے متعلق دریافت کیا۔ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ میں نے تو دستخط کرتے وقت ہی لکھ دیا تھا: 'کتبت بالجبر' یعنی مجھ سے جبر و تشدد سے دستخط کروائے جا رہے ہیں۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے، تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ انھوں نے دانستہ مستفتیوں کو دھوکا دیا۔ یہ بات ان کے عام کردار سے کسی طرح میل نہیں کھاتی۔ اس فتوے کی نقل اولاً قلعۂ معلیٰ کے سرکاری جریدے 'اخبار الظفر' میں چھپی تھی اور وہیں سے یہ 'صادق الاخبار' (دہلی) میں اقتباس کیا گیا تھا[۱]۔ 'صادق الاخبار' میں جو نقل چھپی ہے، اس میں ان کے دستخطوں کے ساتھ یہ 'کتبت بالجبر' کے الفاظ موجود نہیں۔ خدا جانے 'اخبار الظفر' میں کیا صورت تھی۔ لیکن بظاہر یہ بات اپنی عام شہرت کے باوجود ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔

بہرحال فیصلے میں جان بخشی تو ہو گئی اور رہائی پائی؛ لیکن جاداد ضبطی کے بعد نیلام ہو گئی اور ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ رہائی کے بعد یہ لاہور گئے اور سر جان لارنس سے ملاقات کی، جو اس وقت پنجاب کے چیف کمشنر تھے۔ مقصود یہ تھا کہ کسی طرح کتاب خانہ جس کی قیمت تین لاکھ روپے بتائی جاتی ہے اور جو دوسرے مال اسباب کے ساتھ نیلام ہو گیا تھا، واپس مل جائے۔ سر جان لارنس ان کے پرانے ملنے والے تھے اور اپنے قیام دلّی کے زمانے کی ملاقاتوں میں ان پر بہت مہربانی کرتے رہے تھے۔ مفتی صاحب چاہتے تھے کہ وہ سرکاری طور پر مداخلت کر کے کسی طرح یہ کتاب خانہ واپس دلوا دیں۔ چونکہ منقولہ جاداد، جو قانونی طور پر کسی دوسرے شخص کے قبضے میں چلی گئی ہو، اس کا بحال ہونا محال ہے، اس لیے انھیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ البتہ اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ سر جان کی سفارش اور کوشش سے نصف جاداد واگزاشت ہو گئی[۲]۔

زندگی کے آخری ایام بہت تنگی ترشی سے بسر ہوئے۔ لاہور سے واپسی کے بعد اولاً

---

[۱] صادق الاخبار (دہلی) جلد ۴، شمارہ ۳ (۲ جولائی) ۱۸۵۸ء مخزونہ قومی دفتر خانہ، ہند، نئی دہلی (مجموعہ ۴ - ۶)

[۲] حدائق الحنفیہ: ۴۸۲ - ۴۸۳

چھنڈے بستی نظام الدین میں گزارے اور پھر جب اپنی حویلی واگزار ہو گئی تو اس میں اٹھ آئے اور خانہ نشین ہو گئے۔ لیکن اس زمانے میں بھی درس وتدریس کا مشغلہ ترک نہیں کیا حالانکہ بڑی مشکل سے گذر ہوتی تھی[8]۔ آمدنی کم ہو گئی تھی اور فالج کے مریض تھے۔ دو سال اسی کشمکش میں گذرے۔ آخر ۸۱ برس کی عمر میں بروز جمعرات ۱۶ جولائی ۱۸۶۸ء (۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ) کو دلی میں وفات پائی اور درگاہ شاہ چراغ کے صحن میں دفن ہوئے۔ ان کے شاگرد شمس الشعرا مولوی ظہور علی ظہور نے قطعۂ تاریخ وفات لکھا[9]:

چو مولانائے صدرالدین کہ در عصر — امام اعظم آخر زماں بود

زہے صدر الصدور نیک محضر — بعدل و داد چوں نوشیرواں بود

بروز پنج شنبہ کرد رحلت — کہ ایں عالم نہ جائے جاوداں بود

ربیع الاول و بیست و چہارم — وداع او سوئے دار الجناں بود

ظہور افسوس آں استاد ذی قدر — پدر وارم ہمیشہ مہرباں بود

چراغش ہست تاریخ ولادت

کنوں گفتم "چراغ دو جہاں بود" (۱۲۸۵)

لاولد فوت ہوئے۔ اپنی بیوی (لاڈو بیگم) کے بھانجے محمد احسان الرحمٰن خان کو گود لے لیا تھا، وہی ان کے وارث ہوئے[10]۔

اردو، فارسی، عربی تینوں پر یکساں قدرت حاصل تھی اور تینوں میں کہتے تھے ساری عمر درس وتدریس کی مشغولیتوں کے باعث تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ کر سکے۔ اور جو کچھ لکھنے کا موقع ملا، بدقسمتی سے وہ بھی ۱۸۵۷ء کی افتاد[11] میں ضائع ہو گیا مختلف تذکروں میں ان کے بعض اختلافی مسائل سے متعلق دو عربی رسالوں کا نام ملتا ہے۔ پہلا منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال ہے جو زیارت قبور کا مسئلہ شروع

---

۹ حدائق الحنفیہ: ۴۸۲ - ۴۸۳

۱۰ تذکرہ علمائے ہند: ۹۲؛ حدائق الحنفیہ: ۴۸۳

۱۱ آج کل (فروری ۱۹۵۲ء): ۲۷

سے فقہاء کے درمیان وجہِ نزاع رہا ہے۔ امام ابن تیمیہ اور ابن حزم نے حدیث لاتشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد[۱۲] کی شرح میں قبورِ انبیا و اولیا کی زیارت کے لیے خاص طور پر عزمِ سفر کو حرام قرار دیا ہے۔ کئی فقہا اور محدثینِ شافعیہ مثلاً ابنِ حجر مکی اور تقی سبکی اور قسطلانی وغیرہ نے ان کی تردید کی ہے۔ مفتی صاحب بھی اسی آخری گروہ کے ہمنوا ہیں۔ دوسرا رسالہ درّ المنضود فی حکم امرأۃ المفقود[۱۳] ہے۔ شاید کچھ فتوے بھی منتشر حالت میں ہیں[۱۴]۔ ان کے اردو شعرا کے تذکرے سے متعلق تفصیل سے آگے لکھا جارہا ہے۔

اردو کلام غالباً شروع میں چند دن نصیر دہلوی کو دکھایا تھا۔ ان کے بعد رحمت اللہ مجرم اکبر آبادی اور میر نظام الدین ممنون سے اصلاح لی۔ افسوس یہ سارا ذخیرہ شورش کے ایام میں برباد ہوگیا! اور اس کے بعد جو حالات رہے، ظاہر ہے کہ ان میں شعر گوئی کی کہاں سوجھ ہو سکتی تھی۔ لیکن اِدھر اُدھر تذکروں میں جو چند غزلیں ملتی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت رسا پائی تھی اور غزل خوب کہتے تھے۔ ان کے بعض شعر شہرت کے باعث کم و بیش ضرب المثل کا درجہ حاصل کر چکے ہیں:

یہ عمر اور عشق، ہے آزردہ! جائے شرم ‏ ‏ ‏ حضرت! یہ باتیں پھبتی ہیں عہدِ شباب میں

مختصر حالِ چشم و دل یہ ہے ‏ ‏ ‏ اس کو آرام، اس کو خواب نہیں

اے دل! تمام نفع ہے سودائے عشق میں ‏ ‏ ‏ اک جان کا زیاں ہے، سو ایسا زیاں نہیں

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی ‏ ‏ ‏ کچھ ہوئے، تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

صاف اور سلیس زبان میں اظہارِ خیالات ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ تعقید اور ثقالت ان کے ہاں برائے نام بھی نہیں۔ نہ صرف اپنے ہاں، بلکہ دوسروں کے بھی وہی شعر پسند کرتے

[۱۲] متفق علیہ حدیث ہے۔ متن کے لیے دیکھیے: بخاری: کتاب الصلاۃ فی مسجد مکۃ؛ مسلم: کتاب الحج۔ کئی دوسرے مجموعوں میں بھی ملتی ہے۔

[۱۳] مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ دونوں رسالے میری نظر سے گزرے ہیں۔ (نقشِ آزاد: ۳۱۳) لیکن کسی کتاب خانے کی فہرست میں ان کے مکمل متن سے متعلق کوئی اطلاع دیکھنے میں نہیں آئی۔

[۱۴] حدائق الحنفیہ: ۴۸۲-۴۸۳

جو آسان اور رواں ہوتے، یا جن میں کوئی جدت کا پہلو ہوتا۔ روایت[۱۵] ہے کہ کسی نے
ان کے سامنے غالب کی تعریف کی۔ چیں بجبیں ہو کر کہا: "بہت مشکل کہتا ہے۔" پھر
خود ہی زانو پر ہاتھ مار کر کہنے لگے: "ہائے! اچھا کہتا ہے تو ایسا کہتا ہے:

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا، مری جو شامت آئے
اٹھا، اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

حالی نے بھی اسی طرح کا واقعہ بیان کیا ہے[۱۶]:

ایک روز مولانا آزردہ مرحوم کے روبرو کسی نے (مرزا غالب کا) یہ شعر پڑھا:

لاکھوں لگاؤ، ایک چرانا نگاہ کا
لاکھوں بناؤ، ایک بگڑنا عتاب میں

چونکہ مولانا بہت صاف اور سریع الفہم اشعار کو پسند کرتے تھے، اس لیے مرزا کا کلام سن کر اکثر الجھتے تھے اور ان کی طرز کو ہمیشہ نام رکھتے تھے مگر اس روز اس شعر کو سن کر وجد کرنے لگے اور متعجب ہو کر پوچھا یہ کس کا شعر ہے؟ کہا گیا کہ مرزا غالب کا۔ چونکہ وہ مرزا کے کسی شعر کی کبھی تعریف نہیں کرتے تھے، اور اس روز لاعلمی میں بیساختہ ان کے منہ سے تعریف نکل گئی تھی، غالب کا نام سن کر بطور مزاح کے جیسی کہ ان کی عادت تھی فرمایا: "اس میں مرزا کی کیا تعریف ہے! یہ تو خاص ہماری طرز کا شعر ہے۔"

ان واقعات سے نہ صرف ان کے رجحانِ طبع پر روشنی پڑتی ہے بلکہ ان کے معیارِ تنقید کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ خود ان کا کلام کس رنگ کا ہوگا۔ مختلف تذکروں میں ان کے تقریباً ڈیڑھ سو اشعار ملتے ہیں۔ انھیں میں سے چند ملاحظہ کیجیے:

اس دردِ جدائی سے کہیں جان نکل جائے — آزردہ! مرے حق میں ذرا تو بھی دعا کر

یہ کہہ کے رخنہ ڈالیے ان کے حجاب میں — اچھے برے کا حال کھلے کیا نقاب میں

میں اور ذوقِ بادہ کشی لے گئیں مجھے — یہ کم نگاہیاں، تری بزمِ شراب میں

---

۱۵ خمخانۂ جاوید ۱: ۵۵-۵۶

۱۶ یادگارِ غالب: ۱۳۳-۱۳۴

دامن اس کا تو بھلا دور ہے ہاں دستِ جنوں — کیوں ہے بیکار گریباں تو مرا دور نہیں

ناز و نگہ، روش، سبھی لاگو ہیں جان کے — ہے کون ادا وہ تیری کہ جو جانستاں نہیں

اچھا ہوا نکل گئی، آہ حزیں کے ساتھ — اک قہر تھی، بلا تھی، قیامت تھی، جاں نہیں

ملنا ترا نہ غیر سے، ہو بہر مصلحت — ہم کو تو سادگی سے تری، یہ گماں نہیں

آزردہ! ہونٹ تک نہ ہلے اس کے روبرو — مانا کہ، آپ سا کوئی جادو بیاں نہیں

ہزار شیوہ ہیں پنہاں کہ جی ہی جانے ہے — تری نگہ کا تغافل ہی اک جواب نہیں

اسی کی سی کہنے لگے اہل حشر — کہیں پرسشِ دادخواہاں نہیں

ناصح! یہاں یہ فکر کہ سینہ بھی چاک ہو — ہے فکر بخیہ تجھ کو گریباں کے چاک میں

صبح بے آئنہ اس بت کو دکھایا ہم نے — رات اغیار سے ملنے کے جو انکار ہوئے

متبذل میں ہی تو ہوں، آپ جو کہیے سچ ہے — رات جھگڑے تو کبھی پر سرِ بازار ہوئے!

اسی سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اگر سارا کلام محفوظ رہ گیا ہوتا، تو اس کا انتخاب کس پایے کا ہوتا۔

ان کے معاصرین میں احسان اور نصیر کے ہاں الا ماشاء اللہ کلیتہً زبان و بیان پر توجہ تھی، جو اس زمانے کا عام انداز تھا۔ ممنون نے اسلوبِ سخن بدلا اور نئی راہ نکالی۔ لیکن اسی عہد میں اور ممنون ہی کے شاگرد آزردہ کے کلام میں ہمیں پہلی مرتبہ بھرپور داخلیت کے آثار ملتے ہیں۔ ان کے یہاں زبان سے گذر کر دل کی بات کہنے کی کوشش پائی جاتی ہے۔

لیکن آزردہ کی اہمیت بس اتنی ہی نہیں ہے۔

وہ دلّی کے عمائد میں سے تھے اور مسلم الثبوت استادِ سخن۔ دلّی کے، اور باہر کے بھی، بیشتر شعرا سے ان کے ذاتی مراسم تھے اور یہ سب اصحاب ان کے پایۂ سخن سنجی کے معترف تھے۔ انسانی فطرت کا یہ اقتضا ہے کہ ہر ایک اپنے ہمچشموں اور حریفوں کے سامنے ہمیشہ خوب سے خوب تر بن کر آنا چاہتا ہے اور اس کے لیے وہ پوری کوشش اور جد و جہد کرتا ہے۔ خیال کیا جا سکتا ہے کہ جو شاعر حضرات آزردہ کے ملنے والے تھے اور اکثر ان کی

مجلسوں میں شریک ہوتے تھے، وہ کس حد تک ان کے رنگِ سخن اور ان کی تنقید سے متاثر اور مستفید ہوتے ہوں گے۔

اپنے زمانے کے تمام بڑے بڑے علما و عمائد، شعرا و ادبا سے ان کے دوستانہ اور عزیزانہ تعلقات تھے۔ ان میں سے کئی تو ان کے شاگرد تھے مثلاً سر سید احمد خان، نواب صدیق حسن خان (بھوپال) نواب یوسف علی خان (رامپور)، مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی خیر الدین (والد مولانا ابوالکلام آزاد) مولوی رشید احمد گنگوہی اور کتنے ہی اور مشاہیر ان کے شاگرد رہے۔

کئی شاعروں نے ان کی مدح میں قصیدے لکھے ہیں۔ غالب کا قصیدہ ان کے کلیات فارسی میں موجود ہے۔

مولانا صدر الدین آزردہ کے تذکرۂ شعرا تصنیف کرنے کا ذکر ہمیں صرف شیفتہ کے ہاں ملتا ہے۔ سودا کے ترجمے میں استطراداً لکھتے ہیں:

"اشعار منتخب ایشاں (سودا) باید نگریست کہ درچہ رتبتِ عالی و مکانتِ ضخیم جلوۂ ظہور گرفتہ و یدل علی ذالک ما قال شرف الافاضل، فخر الاماثل، قدوۃ المحققین مولانا محمد صدر الدین المتخلص بہ آزردہ در تذکرۂ خود کہ بایجاز و اختصار تمام در حالِ اربابِ نظمِ ریختہ نوشتہ است، تحتِ ترجمۂ میر تقی المتخلص بہ میر در شرحِ کلامِ وے حیث قال 'پستش اگرچہ اندک پست است، اما بلندش بسیار بلند'۔"[۱۸]

اس سے معلوم ہوا کہ آزردہ نے ایک تذکرۂ شعرائے اردو بھی مرتب کیا تھا۔ لیکن اور کسی نے اس سے استفادے کا ذکر نہیں کیا۔ بظاہر یہ ضائع ہوگیا۔ لالہ سری رام نے بھی لکھا ہے:[۱۹]

"ایک تذکرۂ شعرائے ریختہ ان کی یادگار ہے، مگر نایاب ہے۔"

حسن اتفاق سے اس تذکرے کے ابتدائی ۴۴ صفحات کا ایک خطی نسخہ کسی طرح کورپس کرسٹی کالج، کیمبرج (انگلستان) کے کتب خانے میں پہنچ گیا (مخطوطہ نمبر ۱۵۹) اور یوں دست بردِ زمانہ سے

۱۸؎ گلشن بیخار: ۱۰۰

۱۹؎ خمخانۂ جاوید: ۱: ۵۵

محفوظ رہ گیا۔ اسی کے عکس سے یہ متن مرتب کر کے ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔

اصلی نسخے کا صفحہ اول سادہ ہے اور تذکرہ صفحہ ۲ سے شروع ہوتا ہے۔ اوپر کے حصے میں پہلے ایک سطر میں الفاظ "یا فتاح" بطور عنوان لکھے ہیں، اور ان کے نیچے الگ سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مسطر ۱۷ سطری ہے اور پورے نسخے میں کہیں اس سے تجاوز نہیں ملتا۔

کاتب سے متعلق اگر کہا جائے کہ وہ غلط نویس ہے، تو یہ بھی اس کی تعریف ہو گی۔ وہ کسی عیب کے ارتکاب میں کوتاہی نہیں کرتا۔ لفظوں اور مرکزوں کا ساقط ہو جانا تو عام دیکھا گیا ہے، لیکن اس کے ہاں تو غلط املا، عبارت کا ترک کر جانا یا اپنی طرف سے اضافہ کر دینا، کسی لفظ کا ایک حصہ چھوڑ دینا یا اس میں کوئی حرف بڑھا دینا، صحیح لفظ کی جگہ غلط لفظ، لفظ کو توڑ کر آدھا ایک سطر کے آخر میں اور بقیہ اگلی سطر کے شروع میں لکھنا۔ غرض یہ سب کچھ اور کچھ اس سے بھی زیادہ اس کے لیے معمولی سی بات ہے۔ اس لیے متن کی قرأت میں جو کھکھیڑ اٹھانا پڑی ہے، اب اس کا کیا ذکر:

دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

بہرحال اگرچہ پورا اطمینان اب بھی نہیں ہے، لیکن حتی الوسع صحیح ترین متن پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یوں خیال ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ بہت رواروی میں مرتب ہوا تھا۔ اس کا زمانۂ تصنیف بھی ان کی نسبتہً ناتجربہ کاری کا زمانہ ہے۔ بعض داخلی شہادتوں سے کچھ حدود متعین کیے جا سکتے ہیں۔ تذکرے سے متعدد شعرا سے متعلق معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی تالیف کے وقت زندہ تھے یا فوت ہو چکے تھے۔ مثلاً

ذوق زندہ تھے : ان کی وفات صفر ۱۲۷۱ھ / نومبر ۱۸۵۴ء میں ہوئی۔

رنگین زندہ تھے : انھوں نے جمادی الثانی ۱۲۵۱ھ / اکتوبر ۱۸۳۵ء میں رحلت کی۔

سرور زندہ تھے : بہ ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ - ۱۸۳۵ء میں فوت ہوئے۔

احسان زندہ تھے : ان کا ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء میں انتقال ہوا۔

انشا پر جنون کا حملہ ہو چکا تھا: انشا ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸-۱۸۱۹ء میں رہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔

سوز فوت ہو چکے تھے: ان کی وفات ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۸-۱۷۹۹ء میں ہوئی۔

سلیمان شکوہ زندہ تھے:- یہ فروری ۱۸۳۸ء میں جنت کو سدھارے۔

ظفر ہنوز ولی عہد تھے:- یہ جہانگیر کی وفات (۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء) کے بعد ولی عہد ہوئے اور ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء میں تخت پر بیٹھے۔

اسی طرح اور بھی کئی تاریخوں سے متعلق استنباط کیا جا سکتا ہے۔

ان سب میں سے ہمارے لیے مفید ترین اطلاع انشؔا سے متعلق ہے۔ اگرچہ مصحفی کی کہی ہوئی تاریخ سے ۱۲۳۲ھ نکلتے ہیں، لیکن انشؔا کا انتقال غالباً ۱۲۳۳ھ میں ہوا، جیسا کہ ان کے شاگرد دلبسنت سنگھ نشاؔط کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ نشاؔط نے کہا تھا:

سال تاریخ از جانِ اجل "عرفیِ وقت بود انشا" گفت

اس میں جانِ اجل یعنی ج کے (۳) عدد کا تعمیہ ہے، جس کے عرفی بود انشا (۱۲۳۰) پر اضافہ کرنے سے ۱۲۳۳ حاصل ہوتے ہیں۔[۱۹]

متعدد تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ سعادت علی خان کے معتوب ہونے کے بعد انشؔا مجنون ہو گئے تھے اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہوا۔ کسی نے صراحت سے یہ نہیں لکھا کہ وہ کب معتوب ہوئے اور کب ان پر جنون کا حملہ ہوا۔ لیکن عبدالقادر چیف نے اپنے سفر لکھنؤ اور وہاں انشا سے ملاقات کا سال ۱۲۲۹ھ لکھا ہے۔[۲۰] اس وقت ان کی تندرستی یقیناً ٹھیک تھی۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ نواب وزیر سے تعلقات اس کے بعد کشیدہ ہوئے، جس کا ان کی صحت پر افسوسناک اثر ہوا اور وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے۔ یہ صورتِ حال ان کی وفات تک قائم رہی۔

اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ آزردہ نے یہ تذکرہ ۱۲۲۹ھ اور ۱۲۳۳ھ کے

---

[۱۹] اس تاریخ کو ترجیح اسی لیے ہے کہ یہ تاریخ کامل نہیں تھی بلکہ اس میں تین کے تعمیے کی ضرورت پیش آئی۔ اگر ۱۲۳۲ھ تاریخ ٹھیک ہوتی تو شاعر آسانی سے دو کا تعمیہ کر سکتا تھا۔

[۲۰] دستور الفصاحت: ۱۰۶

درمیانی زمانے میں مرتب کیا تھا جب کہ ان کی عمر ۲۵-۳۰ سال کی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ بقول شیفتہ "ایجاز و اختصار" کی صفات اپنی جگہ، لیکن اس تذکرے سے کسی جگہ بھی ہمارے علم میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ غائر مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آزردہ نے اس کی ترتیب و تالیف میں مصحفی کے تذکرۂ ہندی اور قاسم کے مرتبہ مجموعۂ نغز پر انحصار کیا ہے۔ اور ستم یہ کیا ہے کہ جہاں ان دونوں تذکروں میں مزید معلومات بھی موجود تھیں، انھیں نظری کر دیا ہے۔ بیشتر مقامات پر فقط ترتیبِ واقعات ہی ان دونوں تذکروں کے مطابق نہیں، بلکہ الفاظ و تراکیب بھی یکساں ہیں۔ بہت شاذ صورتوں میں انتخابِ اشعار بھی ان دونوں مآخذ کے علاوہ کسی اور جگہ سے ہے۔ یہی بات فہرست شعرا سے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے۔ ان دونوں تذکروں کے بعد کسی حد تک عمدۂ منتخبہ (سرور) اور عیار الشعرا (ذکا) سے استفادے کے آثار بھی ملتے ہیں۔

تذکرے سے کسی خاص تنقیدی شعور کا بھی پتا نہیں چلتا۔ بیشتر شعرا کے لیے مروج ترکیبیں استعمال کی گئی ہیں: اشعار بامزہ و خوش ادا (احسان)؛ طبیعتے ہموار (اسد)؛ نہایت بامزہ حرف میزند (آشفتہ)؛ طبعش خالی از لطافت نیست (اوباش)؛ فکرش بلیغ و نظمش فصیح (برکت)؛ اشعار بلند مرتبہ (بقا) اشعار خوب و دلفریب (بیان) وغیرہ ظاہر ہے کہ اس سے نہ خود مصنف کا کوئی معیارِ تنقید قائم ہوتا ہے، نہ شاعر کے کلام ہی کی کسی خصوصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ دیکھا جائے تو یہ رسمی تنقید و تعریف صرف ہمارے مشرقی تہذیب و تمدن کی وضعداری کا مظاہرہ ہے اور بس۔ دو مقامات پر البتہ ایسے فقرے ملتے ہیں، جن سے آزردہ کی آزادہ روی کا کچھ نقش ابھرتا ہے۔ میر محمدی بیدار کے حالات میں لکھتے ہیں: گاہ گاہ اشعارِ خوب ہم ازوے سرزدہ۔ دوسری جگہ ظفر کے تذکرے میں ایک فقرہ ہے: اشعار بسیار دارد؛ گاہے ابیاتِ درست ہم از طبعش سرمیزند۔ یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس دوسرے اقتباس میں لفظ 'درست' ٹھیک ہے یا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ غلط نولیس کاتب نے کسی اور لفظ کی جگہ اسے لکھ دیا ہو۔ اس پر ان کی اس رائے کا بھی اضافہ کر لیجیے: جو شیفتہ نے گلشن بیخار میں میر سے متعلق

نقل کی ہے[۲۱] کہ "پستش اگرچہ اندک پست است، امّا بلندش بسیار بلند" تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پسند و ناپسند اور بلند و پست کا معیار کیا رخ اختیار کر رہا ہے۔

حواشی میں تفصیل کی بجائے اختصار کے اصول پر عمل رہا ہے۔ دونوں آخذ تذکروں۔ تذکرۂ ہندی اور مجموعۂ نغز سے جملہ اضافی معلومات دی گئی ہیں۔ ضروری کوائف بعض دوسری جگہوں سے بھی جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقصود یہ تھا کہ صرف بنیادی حالات یکجا ہو جائیں؛ اور قاری کی واقفیتِ عامہ پر اعتماد کیا جائے۔ یہی اصول اشعار سے متعلق بھی رہا ہے البتہ اس میں مطبوعہ دیوان کے اختلافِ نسخ کو ترجیح دی گئی ہے۔ جن شعرا کے تراجم تذکرے میں آتے ہیں، ان میں سے بہت کم کے دیوان شائع ہوئے ہیں اور بعض کے تو ایک ہی مرتبہ شائع ہوئے، اور اب آسانی سے مہیا بھی نہیں ہوتے۔ تاہم خیال یہ ہے کہ دیوان کی روایت آخری اور شاعر کی مصدقہ ہوگی۔

اغلاط کی ہر جگہ نشاندہی نہیں کی گئی ہے کہ وہ حد و شمار سے باہر تھیں۔ متن یا اشعار میں اگر کہیں اضافہ کیا گیا ہے، تو اسے قوسین کے ذریعے سے نمایاں کر دیا ہے۔

---

[۲۱] گلشن بےخار: ۱۰۰

فہرست شعرا

ف

ق

تذکرہ صدر الدین آزردہ

یا فتاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پس از حمد ایزد بیہمتا و نعتِ سرورِ انبیا و منقبتِ سر حلقۂ اولیا می گوید بندۂ مسکین محمد صدر الدین کہ ایں تذکرہ ایست مختصر، در حالِ ریختہ گویانِ ہند و اشعارِ منتخبِ آنہا کہ اصرارِ بعضے از دوستان ناگزیر، لختے ایں کج مج زبان، ژولیدہ بیان را از اشتغالِ عالیہ در تحریرِ ایں عجالہ بازداشتہ، التزامِ آں گرفتہ کہ حالِ مشاہیر ریختہ گویانِ ہند و اساتذۂ قرار دادۂ عصر بالکلیہ، چہ از احیاء و چہ اموات، با اشعارے کہ با سلیقۂ ایں ہیچمداں راست نماید، دریں اوراق درج کند و جز آنہا اگر شعرِ ہیچ یکے خاطر پسند و مطبوع افتد، حوالۂ قلم نماید۔ از خدا امید استوار است کہ مقبولِ سخن فہمانِ با انصاف گردد۔ واللہ المستعان۔

حرف الالف

۱ — اثر

اثر تخلص سید محمد میر[۱] برادرِ کوچک حضرت خواجہ میر متخلص بہ درد علیہ الرحمہ، سید والاشان، کامل حسب، عالی فطرت، صافی فطنت، صاحبِ نباتِ حال و قال بودہ و بخدمتِ برادرِ بزرگِ خود/ [ص ۳۴] استفاضۂ حال و کمال نمودہ. نظمش[۲] در غایتِ پاکیزگی و روانی است، از اشعارِ آبدارِ اوست در غزلیاتِ فصاحت آیات[۳]:

کب کب آتا ہے[۴] اثر، کیوں تجھے تنگ آتا ہے ——— آ نکلتا ہے کبھو[۵] جی سے جو تنگ آتا ہے

کب کب تری گلی میں ہم بے قرار آئے ——— سو بار جی نے چاہا، جب[۶] ایک بار آئے[۷]

بے وفا تیری کچھ نہیں[۸] تقصیر ——— مجکو میری وفا ہی راس نہیں

یوں خدا کی خدائی برحق ہے ——— پر ہمیں تو اثر[۹] کی آس نہیں

کر دیا کچھ سے کچھ ترے غم نے[۱۰] ——— اب جو دیکھا، تو وہ اثر ہی نہیں

مر تو چکے[۱۱]، کہاں ملک[۱۲] اب در گزر کریں ——— یا ہم نہیں اس آہ میں یا آسماں نہیں

سخت ناچار ہے تقدیر کے ہاتھوں بندہ[۱۳] ——— ورنہ یوں باز رہوں تیری ملاقات سے میں

دوست ہوتا جو وہ، تو کیا ہوتا ——— دشمنی پر تو پیار آتا ہے

---

۲ — احسان

احسان تخلص[۱] حافظ عبد الرحمان[۲] خلفِ غلام رسول پیش امام حضورِ والا۔ بغایت خوش طبیعت، درست فکرت، نیکو خلق آمدہ، و نہایت اہلیت و آدمیت با اوست۔ از مدتہا بر سر مشق غزلہائے ریختہ و فارسی است۔ اشعار ریختۂ بامزہ خوش ادا بسیار دارد از وست:

یہاں مجھے تو نصیحت کو ہیں سبھی موجود ——— وہاں تو ہوش کسو کا بجا نہیں رہتا

کچھ سانس رکا آ(رے) ہے رہ رہ کے یہ ڈر ہے ——— قاصد نہ کہیں راہ میں کمبخت رکا ہو

دوزخ بھی لگا آنے مرے طوف کی خاطر ——— اے آتشِ دل! رتبہ ترا اس سے سوا ہو

جنت میں مجکو اس کی گلی سے ہیں لے چلے ۔۔۔ کیا جانیے کہ مجھ سے گنہ آہ، کیا ہوا!

زلفیں دھواں ہیں حسن بھبھوکا پری ہے چال ۔۔۔ کیا سر سے پانوء تک وہ طرحدار گرم ہے

سن رکھ، او خاک میں عاشق کے ملانے والے! ۔۔۔ عرشِ اعظم کے یہ پائے ہیں ہلانے والے

دلی وہ شہر ہے عیسیٰ (سے) یہ کہو حضرت! ۔۔۔ چھو کرے یہاں کے ہیں مُردوں کے جلانے والے

کیا جانوں عشق کیا ہے، لیکن کسو نے احساں! ۔۔۔ ایک آگ کا سا شعلہ دل کو لگا دیا ہے

---

۳ — احسن

[ص ۴]

احسن تخلصِ میرزا احسن علی۔ در شعر شاگردِ میرزا رفیع است، وے در سرکار نواب وزیر الممالک در سلکِ شعرا انتظام داشتہ، از وست:

ٹکڑے اڑ جائیں گے سینہ میں جگر کے احسن! ۔۔۔ تیرے نالوں کا کوئی دن جو یہ انداز رہا

کل عجب طرح سے تڑپھے تھا تیرے کوچے میں ۔۔۔ دیکھ کر حال کو احسن (کے) بھر آئیں آنکھیں

---

۴ — اسد

اسد تخلصِ میر امانی از شاگردانِ میرزا رفیع متخلص بہ سودا، فی الجملہ طبیعتے ہموار داشتہ، از وست:

زلفیں ہی دیکھ کر تو خجل رات ہو گئی ۔۔۔ مکھڑا جو کھل گیا، تو سحر بات ہو گئی

جوں توں اسد کو لائے تھے اوس کی گلی سے ہم ۔۔۔ خانہ خراب راہ میں آ کر مچل گیا۔

بزمِ بتاں ہو، جام ہو، خلوت ہو، پھر تو میں ۔۔۔ کافر ہوں گر وہاں میں خدا کا بھی ڈر کروں

کبھو تو پھر نظر آ جا کہ تیرے وعدہ پر ۔۔۔ رکھا ہے جان کو میں تھام تھام آنکھوں میں

---

۵ — آشفتہ

[ص ۵]

آشفتہ تخلصِ میرزا / رضا قلی فرزندِ حکیم محمد شفیع، در شعر شاگردِ میر سوز است۔ نہایت بامزہ حرف می زند، از وست:

ہمیشہ آگ نکلتی ہے میرے سینے سے　　الٰہی! موت دے، گزرا میں ایسے جینے سے

چلا ہے کعبہ کو آشفتہ، پارسا بن کر　　خدا جو بیٹھے بٹھائے اسے خراب کرے!

غصہ میں، اوس[۱] سے رات میں لڑتے تو لڑ لیا　　پھر اوٹھ کے جب چلا تو کلیجا پکڑ لیا

---

۶ — آشفتہ

آشفتہ تخلص[۱] بھورے خان[۲] قوم افغان[۳] دوے در شعر شاگردِ میر محمدی مائل است[۴]، از مردمِ خوبِ زمانہ است، او راست[۵]:

تمام رات رہی ٹکٹکی تاروں سے　　خلافِ وعدہ تعجب ہے دوستداروں سے

---

۷ — امین

امین تخلص میر محمد امین گویند کہ سید زادہ (بود[۱]) در بنارس[۲]۔ زیادہ حقیقتِ حال او ظاہر نیست[۳]، از وست:

دل[۴] سے کہہ دو کہ آہ سرد کے ساتھ　　ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے[۵]

---

۸ — انشا

انشا تخلص حکیم محمد انشاء اللہ خان خلفِ میر ماشاء اللہ خان، اصلش از نجف اشرف و مولد و منشاء وے مرشد آباد[۱]۔ بسیار خوش طبع آمدہ؛ بذلہ سنج، حاضر جواب، ہزّال مزاج، معرکہ آراست و از نہایتِ فکرت و قوت و قدرتِ سخندانی، و از علومِ متداولہ ہم فی الجملہ حظّے برداشتہ۔ در اکثر السنہ فکر شعری کند[۲]۔ اگرچہ اشعارِ درد آلود از طبعش کمتر زند، امّا آنچہ گفتہ، بغایت خوب گفتہ۔ در عہدِ نواب ذوالفقار الدولہ مدّتہا در شاہجہاں آباد بسر کرد (ہ) باز بہ لکھنؤ رفتہ۔ دریں ایّام مسموع شد کہ جنونش در گرفتہ از وست[۳]:

[ص ۶] نظر آیا تھا ہم کو آج اک ٹھمیلیوں والا　　/ بھبھوکا، برق، شعلہ نور کا، آتش کا پرکالا[۴]

برق (کو) چھیڑ، قدم معدا با سیماب پہ رکھ ہاتھ لیکن نہ کسو کے دلِ بیتاب پہ رکھ

کیسی ہی کہیں نہ ہم میں تم میں لڑائیاں ہوا(ں)

جب کھلکھلا کے ہنس دو، تو وہیں صفائیاں (ہوں)

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری! راہ لگ اپنی

تجھے اٹکھیلیاں سوجھیں ہیں، ہم بیزار بیٹھے ہیں

چھیڑنے کا تو مزا تب ہے کہو اور سنو بات میں تم تو خفا ہو گئے (لو) اور سنو

کی ودا، گرچہ فراقِ صنم و دیر تو ہے چھپیے پر کعبہ بھی ہو آئیں، بھلا سیر تو ہے

غیر کے ایک اشارے پر اٹھ گئے میرے پاس سے

تس پہ یہ پوچھتے (ہو تم) بیٹھے ہو کیوں اداس سے ؟

گر نازنیں کہے سے برا مانتے (ہیں) آپ میری طرف تو دیکھیے، میں نازنیں سہی

---

۹ — اوباش

اوباش تخلصِ شیخ امیر الزماں از شیخ زادہ ہائے لکھنؤ، طبعش خالی از لطافت نیست۔ از وست:

دل و دیدہ اپنے جو یار تھے، سو وہ درد و غم میں پھنسا گئے

ہمیں جن سے چشم امید تھی، وہی آنکھ ہم سے چرا گئے

حرف الباء

۱۰ — برکت

برکت تخلصِ سید برکت علی خان از ساداتِ معتبر خیر آباد است، نہایت خوش عبارت، گرم بیان، نیکو صحبت، نیکو منظر، صاحبِ اخلاقِ رضیہ و صفاتِ مرضیہ آمدہ۔ فکرش بلیغ و نغزش فصیح است۔ از وست:

دلِ بیتاب کو کس طور سے ٹھہرائے کوئی مجھے سمجھائے کوئی یا اسے سمجھائے کوئی

غم اُٹھانا مرے اس دل کا ٹھکانے لگ جائے [۱] ایک دم کے ہی لیے پاس جو بٹھلائے کوئی

[ص ۱] مجھکو رُوٹھا دیکھ کر مرا جو پایا تو یوں کہا پائے خدا نہ ڈالے / کسی بد گمان کے

۱۱۔ بشیر

بشیر تخلصِ بشارت علی۔ اصلش از شاہجہاں آباد[۱]۔ در شعر شاگردِ میر نظام الدین ممنون[۲]

از وست:

دلِ بیتاب پہ ہم ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں دیکھتے ہیں تجھے حسرت سے بھرے[۳] بیٹھے ہیں

۱۲۔ بقا

بقا تخلصِ بقاء[۱] اللہ ولد حافظ لطف اللہ خوشنویس، بغایت مستقیم الطبع، شیریں مقال است۔ اشعارِ بلند مرتبۂ شاعرانہ دارد[۲]۔ مولدش اکبر آباد است، امّا اکثر در شاہجہان آباد[۳] بسر می کرد و میانۂ وے و میرو میرزا مہاجات گذشتہ[۴]۔ از وست[۵]:

آہیں افلاک میں مل جاتی ہیں محنتیں خاک میں مل جاتی ہیں

اے[۶] جنوں! ہمتِ قدم سے ترے ایک آن کے بیچ

پڑ گئی لاگ مرے دست و گریبان کے بیچ

مجھ سے کب تک اس دل صد چاک کا پیوند ہو

(اب یہ دیوانہ الٰہی خاک کا پیوند ہو[۸])

آئینہ دیکھ کے کہتا ہے کہ اللہ رے میں![۹] اس کو[۱۰] میں چاہنے والا ہوں[۱۱] بقا! واہ رے میں!

دل سے نکلے کہیں پابوسِ قاتل کا ہوس[۱۲]

کاش وہ خوں کو مرے رنگِ[۱۳] حنا ہی جانے!

رخ اُدس کا صفائی ترستے ملوے کی نہ پاوے

خورشید ہزار اپنے تئیں چرخ چڑھاوے

۱۳۔ بیدار

بیدار تخلص میر محمدی سید صحیح النسب۔ مولد و منشاء وے اکبر آباد۔ در نہایت درویشی و گوشہ گیری و درستیِ اخلاق بودہ۔ در شعر شاگردِ مرتضیٰ قلی بیگ است۔ گاہ گاہ اشعارِ خوب ہم از وے سرزدہ، از وست:

جانیں مشتاق(وں) ں کی لب پر آئیاں — بل بے ظالم! تیری بے پروائیاں

اشک آتش و آہ آتش و ہر داغِ غم آتش — جوں سروِ چراغاں ہوں میں سرتاقدم آتش

/چاہتا ہوں میں تمہیں، اس پہ جو چاہو سو کرو — ہوں مقرِ آپ میں اس اپنی گنہگاری کا [مں ۴]

ہم تری خاطرِ نازک سے حذر کرتے ہیں — ورنہ یہ نالے تو پتھر میں اثر کرتے ہیں۔

۱۴۔ بیان

بیان تخلص خواجہ احسن اللہ خان۔ اصلش از شاہجہان آباد۔ شیوۂ کلامش تازہ (و) بامزہ، و اشعارِ خوب و دلفریب از وے سرزدہ۔ و وے در شعر شاگردِ مرزا جانجاناں متخلص بہ مظہر علیہ الرحمۃ بودہ، از وست:

جادو تھی کہ سحر یا بلا تھی — ظالم! یہ تری نگاہ کیا تھی

یہاں تک تو ہوں بیمار کہ کہتے ہیں طبیباں — مت کھا کے دوا، کیجیے بدنام کسی کو

کچھ بے ادبی کی ہے بیاں! تو نے (بھی) اوس سے — ناحق نہیں دیتا کوئی دشنام کسی کو

شبِ فراق کی دہشت (سے) جان (جا) تی ہے

یہی ہے صبح سے دھڑکا کہ رات آتی (ہے)

او وعدہ فراموش! تو مت آیو اب بھی — جس طرح گذارا روز، گذر جائے گی شب بھی

کافر ہوں جو زیادہ کچھ اس (سے) آرزو ہو — اک بے خلل مکاں ہو، جس میں ہوں اور تم ہو

جلتے ہے یار کچھ تو بیاں! مونہ سے بول لے — اے بے نصیب! مانعِ گفتار کون ہے؟

وصل کی شب (کا) ماجرا کیا کہوں تجھ سے ہم نشیں

شام (سے) لے کے صبح تک وہی ہنس ہنس رہی

۱۵۔ بیتاب

بیتاب تخلص میاں محمد علیمؒ۔ مولد و موطنِ وے الہ آباد است، شخصے خوش اخلاق بودہ

از وست:

جی کیونکہ بچے جب کہ جلادے جگر آتش سب بستی کو ڈرہے جو لگے ایک گھر آتش

۱۶۔ بیتاب

بیتاب تخلصِ سنتوکھ ؒرے۔ از حقیقتِ حالِ وے آگاہی نہ دارمؒ، خالی از فطرتی (کذا)

نہ بودہ۔ از وستؒ:

[ص ۹] محبت کی (بھی) کچھ ہوتیں/ہیں کیا اے ہمنشیں! راہیں

کہ خوباں یوں ہمیں دکھ دیں ہم ان کو اس طرح چاہیں

۱۷۔ پروانہ

پروانہ تخلصِ راجا جسونت سنگھ پسر راجا بینی بہادر کہ یکے از معتبران سرکار نواب شجاع

الدولہ بودؒ۔ از وست:

کیا کہیے ہمدم کہ اسے دیکھ کے ہم تو ہر چند سنبھالے پہ دل کو غش آیا

حرف التاء الفوقانیہ

۱۸۔ تاباں

تاباں تخلص میر عبدالحی۔ اصلش از شاہجہان آباد ست۔ وے با پاکیزگی سیرت در نہایت

حسن و جمالِ صورت بودہ۔ در آنکہ سبزۂ عذارش نہ دمیدہ بود، جناب مرزا جانجاناں

علیہ الرحمۃ را نیز التفاتے بحالش بود۔ و وے در ریختہ از شاگردانِ شاہ حاتم استؒ او

راست:

لے دل کی خبر چشم سے یار کی کیونکر بیمار، عیادت کرے بیمار کی کیونکر

کہتے ہیں اثر ہیگا گریہ میں، یہ ہیں باتیں
ایک دن بھی نہ یار آیا، روتے ہی کٹیں راتیں

---

۱۹ — تاب

تابؔ تخلص مہتاب رائے از قوم بنڈت است۔ خوش فکر، گاہ گاہ اشعارِ خود بملاحظہ راقم حروف در آوردہ۔ از وست:

قاصد! ابھی میں خطِ غلامی تجھے لکھ دوں — وہ آئے ہے اگر جو کہے تو خبر ایسی

کمتر از وہ شمع، زلفِ سیہ فام وہ کافر! — کیا ناگ جیسے کوئی شب ایسی سحر ایسی

یا تنگ نہ کر ناصحِ ناداں! مجھے اتنا — یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

رو جلائے مسیحا بھی (آ) اوس کے سرہانے — کچھ آن بنی ہے ترے بیمار پر ایسی

---

۲۰ — تجلی

تجلی تخلص میر محمد حسین المعروف بہ میاں حاجی نور باصرۂ میر محمد حسین کلیم، ہمشیرہ زادۂ میر محمد تقی۔ شاعر پیشہ / درست اندیشہ بعرصہ آمدہ۔ از وست: [ص ۱۰]

کا ہیکو دردِ دل اول تو میاں! ہوتا ہے — اور جو ہوتا ہے تو وہ دشمنِ جاں ہوتا ہے

ہائے آیا نہ وہ خورشید لبِ بام کبھو — صحبت اک عمر رہی سایۂ دیوار کے ساتھ

جب رات تھی دراز، ملاقات کم ہوئی — ملنے کے دن جو آئے تو اب رات کم ہوئی

۲۱ — تجمل

تجمل تخلص شخصے متوطن لکھنؤ۔ اشعار بامزہ گفتہ۔ از وست:

جس کے گھرے کے یہ میں [illegible] بیٹھ گیا
او مٹتے اور مٹے مرے آخر کو [illegible] گیا

---

۲۲ ــ تحیّر

تحیّر تخلص، میاں محمد مصطفیٰ ولد قدوۃ المحققین، سیّد الکاملین، حضرت شاہ رفیع الدین رفع اللہ درجتہ، فی اعلیٰ علیین۔ مردے خوش طبع، متصف بعزّت و اہلیت است؛ و از علوم (د) معارفِ خاندانی خود تمتّعے نیافتہ، امّا طبعش بافنِ شعر مناسب، از شاگردان میر نظام الدین ممنون ست:

فکر اطفال کو ہے سنگ اوٹھالانے کی — آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانے کی

---

۲۳ ــ تسلّی

تسلّی تخلص، ٹیکارام پسر گوپال رائے بخشیِ فوجِ نواب وزیر الممالک۔ مولدش لکھنؤ۔ خوش حرف می زند۔ از وست:

آنکھیں سحر تلک مری در سے لگیں رہیں — کیا پوچھتے ہو حال شبِ انتظار کا؟
ابھی اس نیمجان میں کچھ ہے؟ — فائدہ امتحان میں کچھ ہے؟

---

۲۴ ــ تسکین

تسکین تخلص، سعادت علی شاگردِ میر قمر الدین منّت، خوشگو، درست مقال بودہ، ازوست:

حال اگر کہیے، تو وہ ہم سے سنم رُکتا ہے — اور چپ رہیے، تو مشکل ہے کہ دم رُکتا ہے
[ص ۱۱۱]، کس کا کوچہ ہے یہ یارب! انہیں معلوم ہمیں — خود بخود یہاں کے پہنچتے (ر) قدم رُکتا ہے

---

۲۵ ــ تصوّر

تصوّر تخلص، تخصّصے سید حیدر علی نام۔ شاگردِ جرأت۔ باشندۂ قصبہ پنکوڑ است، زیادہ از حالش اطلاع نہ دارد، از وست:

رونا کو ہی موقوف کرے ہیں مری آنکھیں — جب تک نہ تسلّی کو دل آوے، جگر آوے
لگ جائے تصوّر کے گلے آکے وہ بُت آج — اللہ کرے، اوس کی یہ امید بر آوے!

۲۶_ تعشق

تعشق تخلصِ میر سید محمد کہ از ساداتِ صحیح النسب و از طلبۂ مستعدین ایں دیار است، ذہنش سلیم و طبعش مستقیم و بحلیۂ عزت و اہلیت متحلی، داماد میر عزت اللہ متخلص بہ عشق اشعار ریختہ بنظرِ شاں گزاردہ، شعر بامزہ و دردآلود دارد۔ از وست:

سامنے دیکھیو! آتا ہے تعشق! وہ کون | بارے کہہ اب تو ہوا خوش دل محزوں تیرا!
مجھ کو لے جایئے وہاں یا اسے لے آیئے یہاں | میں (تو) حیراں ہوں دلا! تو ہی بتا کیا کیجے

۲۷_ تنہا

تنہا تخلصِ محمد عیسیٰ ساکنِ لکھنؤ۔ از شاگردانِ میاں مصحفی است۔

غیر سے شکوہ مرا بس دیکھی دانائی تری | میں ہوا رسوا، تو کیا ہوگی نہ رسوائی تری!
آئے تو سہی پر آن کے اک آن نہ ٹھہرے | کتنا ہی کہا، وہ کسی عنوان نہ ٹھہرے

حرف الثاء المثلثہ

۲۸_ ثابت

ثابت تخلص اصالت خاں شاگردِ مرزا بھچو فدوی عظیم آبادی۔ او را ست:

مصرع کبھو جو آہ کا موزوں کروں ہوں میں
سکانِ نہ سپہر کا دل خوں کروں ہوں میں

۲۹_ ثنا

ثنا تخلصِ میر شمس الدین۔ اصلش از کشمیر و مولدش عظیم آباد۔ شاگرد شاہ مشتاق طلب [ص ۱۱] تخلص است:

چمن میں خندۂ گل ہے نمے و مینا ہے۔ اور تو ہے
فغاں ہے، نالہ ہے۔ فریاد ہے، زاری ہے، اور میں ہوں

حرف الجیم

۳۰۔ جرأت

جرأت تخلص، قلندر بخش۔ بزرگانش در شاہجہان آباد از (دربانیِ) حضور والا (سرفراز) بودند۔ خودش بود (و) باش در لکھنو اختیار کردہ۔ بعلتے چشمش از حلیۂ نور عاری شدہ۔ طرزِ ریختہ گوئی وے اکثر مطبوعِ نوجوانانِ کم علم تازہ بدامِ محبت افتادہ است، چہ اکثر اشعارش مصداقِ آں حالات است کہ در صحبت ایں عصر بدیں مردم پیش می آید۔ بالجملہ در مناسبتِ طبع وے بدیں فن ——— قدرتِ سخن گوئی و درستیِ محاورہ و روانیِ نظم او حرف گفتن بے انصافی ست۔ امّا از غایتِ عدم استعداد بے چارہ از شکوہِ الفاظ و لطفِ تراکیب و تازگیِ مضامین و قدرت بر اصنافِ سخن محروم ماندہ، بلکہ گاہ گاہ در روشِ بیانے کہ یگانہ در دست، قدمش از جادۂ صواب بیروں رفتہ اور است۔

نہ آیا اس فلک کو اور کچھ آیا تو یہ آیا ——— گھٹانا وصل کی شب کا، بڑھانا روزِ ہجراں کا

مت یہ گھبرا کر کہو: "اب یہاں سے بندہ جائیگا" ——— کوئی مر جائیگا صاحب! آپ کا کیا جائے گا؟

یاد کیا آتا ہے وہ اپنا لگے جانا اور آہ! ——— پیچھے مڑ کر اس کا یہ کہنا: "کوئی آجائے گا"

سچ تو یہ ہے بے جگہ ربط ان دنوں پیدا کیا ——— سوچ ہے ہر دم یہی ہم کو کہ ہم نے کیا کیا

تپش سے دل کی اب اعضا تمام جلتے ہیں ——— جو ہم سے دل کو (؟) تو ہم بدلتے ہیں

[ص ۱۲] یا تو آزانو دھر مرے زانو پہ آبیٹھا کرو ——— یا کسی پردھر کے کچھ مونہہ سے بنا بیٹھا کرو

بیکسی نزع میں کیا کہیئے دلِ زار کی، آہ! ——— موت بھی بھول گئی خانۂ بیمار کی راہ

ذرا تو گھر سے نکل تو کہ سو خرابی، آہ! ——— ترے نہ آنے سے کس کس کے خانماں بر ہے

زخم اک شمشیر کا سا دل پہ لگ جاتا ہے، آہ! ——— یاد آجاتا ہے جب وہ جنبشِ ابرو مجھے

یہ حالت ہے مری اجیت تک نہ تو گھر سے نکل آئے ——— ادھر اک (آہ) کھینچی اور ادھر آنسو نکل آئے

رو رلایا تھا مجھے اوس شوخ نے جرأت! سو میں نے بھی ——— سنایا اوس کو یہ قصہ کہ بس آنسو نکل آئے

کون دیکھے گا؟ بھلا اس میں ہے رسوائی کیا
خواب (میں) آنے کی بھی تم نے قسم ہے کھائی کیا؟

روز غل آگ لگ اٹھنے کا وہاں رہتا ہے
جس محلہ میں ترا سوختہ جاں رہتا ہے

ناصح میں اور ہم میں بھی صحبت ہے طرفہ، آہ[13]
ہم کچھ نہیں سمجھتے، وہ سمجھائے جائے ہے

وصل میں جس کی نہ تھا چین، سو جرأت! افسوس
وہ گیا پاس سے اور موت نہ آئی ہم کو[14]

جب یہ سنتے ہیں کہ ہمسایہ میں آپ آئے ہوئے[15]
کیا در و بام (پہ ہم) پھرتے ہیں گھبرائے ہوئے

آج بھی اوس کے نہ آنے کی جو ٹھہری ہے تو بس
ہم وہ کر بیٹھیں گے، جو دل میں (ہیں) ٹھہرائے ہوئے

دمِ آخر نہ پوچھو وضع اوس بدظن کے آنے کی
کہ وقتِ نزع آ کہنے لگا: "خوبی بہانے کی"

کچھ لگاوٹ کا سبب اور نہیں ہے[16]، جرأت!
پر وہ جو چاہے کہ اس کو بھی لگائے رکھیے

یاد کیا آتا ہے وہ اپنے لپٹ جانے کے ساتھ
اوس کا گھبرا کر[18] یہ کہنا: "تم بھی کیا بیباک ہو!"

یاد آتا ہے یہ کہنا، جب (تو) اڑ جاتی (رہے) نیند
اپنی ہٹ[19] تو رکھ چکے، لو اب تو ہٹ کر سوئیے[20] [ص ۱۲!]

یاد اوس سے بدے ہم نے بہت کی لوٹے[21] سے
ہاریں بھی، تو کیا ہار مزیدار نکالی

قطعہ

لوگ کہتے ہیں کہ وہ تو ہے خفا[22] تو بھی نہ بول
تیرے کھنچ رہنے سے وہ ایک وضع[23] پر آ جائیگا

لیک سچ یوں ہے کہ وہ روٹھے نہ روٹھے پھر کبھو[24]
جی مرے[25] بس میں نہیں، مجھ سے نہ روٹھا جائیگا

قطعہ

ایسے بے رحموں[26] کے مجھ کو دام میں لایا ہے چرخ
کوئی تو کہتا ہے: "اس کو توڑ[27] کر پر چھوڑ دو"

اور کوئی بے رحم[28] یہ کہتا ہے بیدردی سے آہ!
"گر تماشا[29] دیکھنا ہے، ذبح کر کر چھوڑ دو"

جو گئے تھے ترے بیمار کے لانے کے لیے
سو وہ سب بیٹھے ہیں اب اوس کے اوٹھانے (کے) لیے

ہائے کہتا ہے وہ (یوں) بول[30] جس کے دیے ہوں بدحال
"حال یہ اس نے بنایا ہے دکھانے (کے) لیے"

جب اوس کافر کی پچھلی آشنائی یاد آتی ہے
فلک کو دیکھتے ہیں ہم، خدائی یاد آتی ہے[31]

عیاری تو دیکھیو، ملا آنکھ
دیوانہ کیا ہمیں کسی نے[32]

گھر سے اب چھوڑ دیا در پہ نکل کر آنا
یا وہ راتوں کو سدا بھیس بدل کر آنا

جو در پہ نکل آتے تھے جرأت! سو انھوں نے
دل لگتے ہی، اب پردہ کی تکرار نکالی

آرزو ہے کہ کروں میں طلب جامِ شراب — اور وہ چتون کہے، "پاؤں مرے داب" تو پی
دل میں سو بار آئے (ہے) جرأت از لیے یارے — پر سمجھ کر دل میں کچھ، سوگند کھا سکتے نہیں

۳۱۔ جعفری

جعفری تخلص میر باقر علی فرزندِ میر قمر الدین منت - از سادات سونی پت است و با وصافِ [ص ۱۵ ا] حمیدہ اتصاف دارد و از علوم متداولہ نیز بقدرِ ضرورت حظّے برداشتہ و نہایت حلم و حیا و ادب و اہلیت و ادراک درست با اوست - در شعر شاگردِ برادرِ بزرگ سید نظام الدین متخلص بہ ممنون ست، از وست :

آرام وعدہ کی شب اک دم کبھو نہ آیا — آیا نہ چین دل کو، جب تک کہ تو نہ آیا
سیتے ہیں زخم جوں جوں ہوتے ہیں چاک افزوں — ڈورے سے تیغ کے کم تارِ رفو نہ آیا

۳۲۔ جوہر

جوہر تخلص مرزا احمد علی توم قزلباش، از مولد و موطنِ وے اطلاع ندارم، او راست :

آتش دہ چمن ہو، یا برقِ آشیاں ہو — اے مرغِ نالہ! کچھ ہو، یک شب تو پرفشاں ہو

۳۳۔ جوش

جوش تخلص رحیم اللہ، رند مشربے بودہ، بطرزِ بازاریاں سخن می گفت، او راست :

میں نے جو کہا: تجھ بن کیا (مجھ) پہ الم گذرا — بولا کہ ابے، تیرا روتے (ہی) جنم گذرا

۳۴۔ جہاندار

جہاندار تخلص شاہزادہ ولی عہد مرزا جواں بخت بمرتبۂ فطانت و ادراک از سایر برادرانِ خود ممتاز بودہ - در عنفوانِ جوانی و آغازِ زندگانی در گذشتہ - خوش کلام است و اشعار بسیار دارد - از وست :

کون سی بات تیری ہم سے اوٹھائی نہ گئی | پر جفا جو! یہ تری نت کی لڑائی نہ گئی
قصد ہر چند کیا سیکھنے کا بلبل نے | وضع نالہ کی مرے (اوس سے) اوڑائی نہ گئی

حرف الحاء المہملہ

۳۵۔ حاتم

حاتم تخلص شیخ ظہور الدین الشہیر بشاہ حاتم۔ مولد و منشاء وے شاہجہاں آباد مرد درویش (ص ۲۶) نہادے، بے تعلقے، وارستہ مزاجے بودہ۔ در محاذیِ قلعۂ دار الخلافہ تکیۂ درویشانہ ساختہ بود (ص ۱۶) شاگردان بسیار داشتہ۔ گویند کہ در بدایتِ حال مرزا رفیع ہم استفادۂ شعر از ایشاں کردہ (العہدۃ علی الراوی)۔ او راست:

تم تو بیٹھے ہوئے پر آفت ہو | اٹھ کھڑے ہو، تو کیا قیامت ہو!
حاتم کے بن اشارے، پیچ کہہ یہ چشم و ابرو | کس پر چڑھائیاں ہیں، کس سے لڑائیاں ہیں
فقیروں سے سنا ہے ہم نے، حاتم! | مزا جینے کا مر جانے میں دیکھا
ہاتھ مت کھینچ، جنوں تجھ کو مرے سر کی قسم! | ایک جب تک بھی رہے تار گریبان (کے) بیچ
چڑھایا آسماں پہ ہم کو آخر خاکساری نے | بگولے کی طرح گو خاناں برباد رکھتے (رہی)

۳۶۔ حجّام

حجام تخلص عنایت اللہ المشہور بہ کلو۔ مولد وے قصبۂ سہارنپور، مدتہا در شاہجہان آباد بسر تراشی معاش می کردہ۔ از اشعارش ایں دو بیت بغایت دلپذیر راقم حروف افتادہ، او راست:

ہے جی میں تمنا کہ میں (اون) آنکھوں سے پوچھوں | بچتے نہیں کس واسطے بیمار تمہارے؟
اوس کا وش مژگاں کا گلہ مجھ سے عبث ہے | اے آنکھو! یہ بوئے ہوئے ہیں خار تمہارے
دیکھ عاشق کی ترے رسوائیاں | عشق کی یاروں نے قسمیں کھائیاں
ایک روز نصیبوں سے کہیں وہاں تئیں پہنچوں | پھر سر ہے مرا اور در (و) دیوار تمہارے

۳۷۔ حزیں

حزیں تخلص شیخ محمد علیؒ۔ در شعر شاگردِ میرزا جانجاناں مظہر علیہ الرحمۃ استؔ، او راست:

کچھ کٹے وصل (میں) کچھ ہجر میں گریاں گزرے کیا مری عمر کے اوقات پریشاں گزرے

۳۸۔ حسن

حسن تخلص میر غلام حسنؒ فرزند میر غلام حسین ضاحکؔ، اصلش از ایران/ ازینؔ و مولد دے ۱۲۰۱ھ [؟] شاہجہاں آبادؔ۔ مدتہا در بلادِ شرقیہ بسر کردہ۔ خوش محاورہ، درست گفتار بودہؔ۔ و مثنوی "بدر منیر و بے نظیر" کہ بطور بے نظیر روزمرّہ عوام گفتہ و در سلاست و مقتضی المرام مقام درآں دادہ و مطبوعِ خاص و عام شدہؔ، شاہدے بر صاف بیانی اوستؔ:

(اس) دل کا چین لے گئی مکھڑے کی یاد اور راتوں کی نیند زلفِ پریشاں لے گئی

جان و دل ہیں اوداس سے میرے اوٹھ گیا کون پاس سے میرے!

دردِ دل کا جو شب افسانہ سنایا اون کو آپ بھی روئے ہم اور خوب رلایا اون کو

کسے آرزو تھی جو اس طرح بیٹھے غیر کو ساتھ آ گئے

بھلے چنگے دل کو جلا گئے نئے سر سے آگ لگا گئے

دی تھی یہ دعا کس نے مرے گھر کو الٰہی! اوجڑے یہ گھر ایسا کہ پھر آباد نہ ہوئے!

وصل بھی ہوگا حسنؔ! تو ٹک تو استقلال کر حال اپنا ہم سے کہہ کہہ، ہم کو مت بے حال کر

بے چیز تو نہیں (یہ) حسن (اوس) گلی میں روز جا جا کے بات کرنا ہر اک سے پکار کر

میں کیا حشر کو رؤوں کہ اوٹھ جاتے ہی تیرے برپا ہوئی اک مجھ پہ قیامت تو یہیں اور

۳۹۔ حسن

حسن تخلص خواجہ حسنؒ فرزند خواجہ ابراہیمؒ بندہ نبیرۂ حضرت خواجہ کمہاری از اولادِ حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہٖ۔ شخص صوفی طبیعت، درویش نہاد، بلباسِ تقویٰ (و) درع آراستہ و بحلیۂ محامد ہنر پیراستہ۔ از ساداتِ صحیح النسب، بزرگ قدر و اہلیت از

مدتہا در لکھنؤ بعزت بسر می کند۔ / از اشعارِ اوست : (ص ۱۸)

دل دلاسوں سے کرے ہے بے قراری بیشتر — خانۂ ماتم میں ہو جُرے سے، زاری بیشتر!

جوں (شمع) اشک و آہ سراپا بنا دیا — اے عشق! مجھ کو زور تماشا دکھا دیا

وقتِ وداعِ یار دلِ بے قرار نے — یہ آہ کی کہ عرشِ معلّیٰ ہلا دیا

کہتے ہیں جسے ہجر کی شب، سخت بلا ہے — یارب! نہ دکھانا مجھے اس رات کی صورت

---

۴۰ — حسرت

حسرت تخلصِ جعفر علی در بلادِ مشرق علمِ اوستادی برافراشتہ۔ ابیات بامزہ، پیر نمک از طبش سرزدہ۔ از وست۔

یہ ایک ستم ہے کہ خواب میں سجن صورت اپنی دکھا گئے

کبھی نیند برسوں میں آئی تھی، سو اسی طرح سے جگا گئے

برنگِ آبلہ، الواے! یہ کیا زندگانی ہے — کہ جس کے پانوں پڑتا ہوں اسی کو سرگرانی (ہے)

درس تھا مکتب میں مجھ کو آہ کا — یہ سبق تھا پہلی بسم اللہ کا

جگر کر چاک، قاتل دیکھتا تھا — جو پوچھا میں کہا دل دیکھتا تھا

کس کی نگہ کا تیر لگا، آہ کیا ہوا! — تڑپے ہے (ہے) دل مرا، اے اللہ کیا ہوا!

کسی دشمن کو بھی نصیب نہ ہو — جیسی تجھ بن کٹی ہماری رات

کل کب تھے ہم سے خوش کہ نہیں ہو تم آج خوش

ہم نے تو ایک دن بھی نہ پایا مزاج خوش

تری فرقت میں ہے شام (و) سحر مجھ کو عجب مشکل

جو شب کاٹی تو دن مشکل، جو دن کاٹا تو شب مشکل

---

۴۱ — حیران

حیران تخلصِ میر حیدر علی۔ مولدش شاہجہاں آباد۔ مرد سپاہی پیشہ، خوش فکر بودہ

از شاگردانِ سرب سُکھ دیوانہ:

[ص ۱۹] یا دیکھ قدِ موزوں اوس میرزا منش/ کا

یا تو دکھا اوسے قمری! کوئی سرو اس روش کا

میں نے حیراں کو جو دیکھا رُو تے بن گئی دو دیکھنے کی گھات مری

اون کی خدمت میں ادب سے، میں نے عرض کی: دیکھی کرامات مری

میں نہ کہتا تھا کہ دل آپ نہ دیں بندگی، قبلۂ حاجات! مری

۴۲۔ حقیقت

حقیقت تخلص، میر شاہ حسین۔ مولدش در بریلی۔ در لکھنؤ بعلمی معاش می کرد۔ در شعر شاگردِ جرأت است۔ از وست:

دلا! اب دونوں مل کاٹیں گے اوقات آہ و زاری میں

ہوئے بیمار! لے ہم بھی تری بیمار داری میں

خدا شاہد ہے، دل میں اور کچھ حسرت ہو گر میرے

مگر ارمان ہے، تو بس یہی ہے دم شماری میں

کہ اس دم آئے وہ اور دے زباں یاری، تو یہ کہیے

کہ لو دیکھو نتیجہ یہ ملا صاحب کی یاری میں

حرف الخاء المعجمہ

۴۳۔ خلیق

خلیق تخلص، میر مستحسن برادرِ کہینِ میر احسن، فرزندِ میر حسن مرحوم۔ از ساکنانِ لکھنؤ است۔ اشعارِ خوش طبعانہ از وے سرزدہ۔ از وست:

عاشق کی ترے کل سے تھی جانکنی کی حالت سب آئے دیکھنے کو، اللہ تو (نہ) آیا

فائدہ کیا ہم اگر زمزمہ پرداز ہوئے! پھنس گئے دام میں، جب قابلِ پرواز ہوئے

۴۴۔ خیال

خیال تخلص، غلام حسن خانؒ۔ اشعار خوب رنگین دارد۔ در شعر شاگردِ عمّ خود برکت اللہ خان کہ شاعرِ فارسی گو بودہ۔ از وستؒ:

اوس کی مژگاں کو وہی مشقِ سناں باری ہے

یہاں تراوشِ دلِ پرخوں سے کسے یاری ہے

چشم زخم دلِ پرخوں (کی) حکایت کو نہ پوچھ

نمکِ شورِ قیامت/ ہے اس افسانے میں [ص ۲۰]

حرف الدال المہملہ

۴۵۔ درد

درد تخلص، سرحلقۂ اولیاء اہلِ صفا؟... کوے عرصۂ بقا، سرمستِ جامِ تدقیق، جرعہ کشِ خمکدۂ تحقیق، سالکِ ساحتِ تجرید، مرکزِ دوائرِ توحید، صاحبِ کمالاتِ انسانی، مرشد جمالاتِ روحانی، دُرِ دُرّی دریاے طریقت، غواصِ بحرِ حقیقت، جامعِ علوم حال و قال، مستجمع (صفات) فضل و کمال، الشہیر بسید خواجہ میرؒ محمدی، از اعاظمِ عصر و اماجدِ دوراں بودہ۔ و بخدمت پدرِ والا منزلتِ خود حضرت خواجہ ناصرؒ محمدی بکسبِ معرفت و کشفِ اسرارِ حقیقت قیام نمودہ و بغایت زیبا سخن، نیکو فطن، سلیس بیان، شیریں زبان، خوش ادا، صاحب روش آمدہ۔ نظمش از چشمِ ترِ گوہرِ عشاق پُر آب تر، و شعرش از لعل یاقوت لبانِ خوش آب تر، ابیاتش ہمہ مطبوع و بلند، ریختہ اش عام فہم پسند۔ الحق کہ در روانی و سلاستِ ریختہ گوے تفرد از اقرانِ خود بودہ و در مضمارِ خوبیِ محاورہ و مذاقِ عارفانہ قصب السبق از ہمگنان گزرانیدہؒ دیوانِ غزل بدیں خوبی کم کسے دارد۔ از اشعارِ آبدار و ابیاتِ فصاحت آیاتِ اوستؒ:

مژگانِ تر ہوں یا رگِ تاکِ بریدہ ہوں	جو کچھ کہ (ہوں) سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں
ہر شام شلِ شام ہوں میں تیرہ روزگارؒ	ہر صبح مثلِ صبح گریباں دریدہ ہوں

یہ کھنچے رہے، دور آپ کو میری فروتنی　　افتادہ ہوں، پہ سایۂ قدِ کشیدہ ہوں

[ص ۱۱] کچھ کام نہیں، وہ بتِ خودکام کہیں ہو　　پر اس دلِ بیتاب کو آرام کہیں / ہو

سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا　　بس، ہجومِ یاس! جی گھبرا گیا

دل بھلا، ایسے (کو) اے درد! نہ دیجے کیونکر

ایک تو یار ہے اور تِس پہ طرحدار بھی ہے

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا　　تری آرزو ہے، اگر آرزو ہے

درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے!　　جو سانس بھی نہ لے سکے، سو آہ کیا کرے!

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک! جستجو کریں　　دل ہی نہیں رہا ہے، جو کچھ آرزو کریں

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو　　دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

ہر چند آئینہ ہوں، پر اتنا ہوں ناقبول　　موڑھ پھیر لے جس کے مجھے روبرو کریں

یارو! مرا شکوہ ہی بھلا کیجیے اوس سے　　مذکور کسی طرح تو جا کیجیے اوس سے

جوں جوں وہ کہے ہے تو یہی آئے رہے جی میں　　پھر پھیر لیے، اور باتیں سنا کیجیے اوس سے

بیزار ہو گر مجھ سے ہو مختار تو بہتر　　دل جس سے ملے اپنا، ملا کیجیے اوس سے

نہ وہ نالوں کی شورش ہے، نہ وہ آہوں کی دھونی ہے

ہوا کیا درد کو، پیارے! گلی کیوں آج سونی ہے

بات جب آن دان پڑتی ہے　　تب ترے جا کے کان پڑتی ہے

میرے احوال پر (نہ) ہنس اتنا　　یوں بھی اے مہربان! پڑتی ہے

دل کس کی چشمِ مست کا سرشار ہو گیا　　کس کی نظر لگی کہ یہ بیمار ہو گیا

تجھ کو بھی کچھ خبر ہے کہ اوٹھ اوٹھ کے رات کو　　عاشق تری گلی میں کئی بار ہو گیا!

۴۶۔ دل

دل تخلص، دیبی پرشاد قوم کائتھ۔ از ساکنانِ مرشد آباد است۔ زیادہ از حالش اطلاع نیست۔ از وست:

امیدِ وصل اوس سے عبث تو رکھے ہے، دل!　　جس سے کہ رسمِ نامہ و پیغام بھی نہیں

۴۷ ـ دلسوز

دلسوز تخلصِ خیراتی خان / قوم افغان۔ اشعارِ ریختہ خوب می گوید۔ از وست : [ص ۲۲]

وہ زلفیں مونھ پہ ڈھانکے ہیں، تو ہم آنسو بہاتے ہیں
وہ دن کو رات کرتے ہیں تو ہم تارے دکھلاتے ہیں

حرف الذال المنقوطہ

۴۸ ـ ذوق

ذوق تخلصِ شیخ ابراہیم است۔ مولد و مسقط الرّاسش شاہجہان آباد۔ در بدایتِ حال اشعارِ خود بنظرِ محمد نصیرالدین تخلص بہ نصیر کہ از مشاہیر شعراے ریختہ گویانِ دہلی است، آوردہ۔ آخر باکثرتِ مشق او دریں فن بجائے رسیدہ است کہ امروز در قوّتِ سخن گوئی و سیر مشقی و معنی یابی در اقران و امثالِ خود ممتاز است۔ و در سلکِ شاگردانِ مرزا ابوظفر ولی عہدِ حضرتِ ظلّ سبحانی انتظام دارد۔ بجہتِ تکمیلِ فنِ شعر و صیانت از اغلاط قدم در وادیِ تحصیلِ علومِ رسمیہ گزاشتہ، از صرف و نحو فارغ شدہ قواعدِ منطق را یاد می کرد۔ اشعار صاف دارد۔ از کلامِ او کمتر بنظرِ راقم رسید۔ ایں چند بیت کہ یکے از احباے روحانی یاد گرفتہ بود، دریں اوراق ثبت نمودہ، ادراشت :

نہیں تدبیر کچھ بنتی، پڑے سر کو ٹپکتے ہیں
نہ دل چھوڑے ہے اوس کو، اور نہ ہم دل چھوڑ سکتے ہیں

کون وقت، اے واے! گزرا جی کو گھبراتے ہوئے
موت پڑتی ہے اجل کو یاں تلک آتے ہوئے

وہ نہ جاگے، رات ہم کو ضد سے بختِ خفتہ کی
بج گیا آخر گجر زنجیر کھڑکاتے ہوئے

رخصت، اے زنداں! جنوں زنجیر در کھڑکائے ہے
مژدہ، خارِ دشت! پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

سر بوقتِ ذبح اپنا اوس کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب، اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے [ص ۲۳]

حل بے استغنا کہ وہ یہاں آتے آتے تھم گئے
اف ری بیتابی کہ دل یاں دم بدم گھبرائے ہے

واہ واہ! شورِ محبت! خوب ہی چھڑکا نمک | استخواں میرے ہما کس کس مزے سے کھائے ہے
ذکر کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے | گر کے (میں) ضبط ہنسی دیکھوں (رہوں) ناخن اپنے

۴۹۔ ذوقی

ذوقی تخلص شاہ ذوقیؒ۔ درویشے وارستہ، مردے از خود گذشتہ، عاشق پیشہ، رند طبعے ہستے، از وست:

اوس کا شکوہ نہ گاہ کیجے گا | جس (طرح) ہو، نباہ کیجے گا
اپنی یہ چاہ، اوس کی یہ صورت | اے عزیزو! نگاہ کیجے گا

حرف الرا المہملہ

۵۰۔ رسوا

رسوا تخلص آفتاب رائے:

وصل میں بیخود رہے، اور ہجر میں بیتاب ہو | اس دوانے دل کو رسوا! کس طرح سمجھایئے

۵۱۔ رضا

رضا تخلص محمد رضا۔ از شاگردانِ مرزا رفیع است۔ زیادہ (از) حقیقت حالش آگاہی ندارم، از وست:

کیا کہوں میں رضا! بقول میر | "دل سے شوقِ رخ نکو نہ گیا"
عشق چھوڑا، پہ دل کے ہاتھوں سے | "جھانکنا، تاکنا، کبھو نہ گیا"

۵۲۔ رفیق

رفیق تخلص مرزا اسد بیگ۔ مولدش شاہجہاں آباد۔ شاگردِ ثنا اللہ خان فراق است، او راست:

کیا ظلم و ستم ہائے ہوا! اب کے برس میں | دیکھا نہ چمن، پھنس گئے صیاد کے بس میں

۵۳۔ رقت

رقتؔ تخلص، مرزا قاسم علی۔ اصلش مشہدِ مقدس و مولدش شاہجہاں آباد، از مدتہا در لکھنؤ بسر کردہؔ۔ خوش فکر معلوم می شودؔ:

خط وہ بھیجے رقیب کا لکھا — یہ بھی اپنے نصیب کا لکھا

ہمارے سامنے مت ابر ابار بار برس — جو ہم سے ہو سکے، تجھ سے نہ ہو ہزار برس [ص ۲۴]

چھٹ جائے کسی سے نہ ملاقات کسیؔ کی — اللہ بگاڑے نہ بنی بات کسی کی!

دیوارِ گلرخاں کا سایہ مگر پڑا ہے — زاہد! بتا تو مجھ کو طوبیٰ میں شاخ کیا ہے؟

۵۴۔ رنج

رنج تخلص، سید محمد نصیر، از اجدادِ خواجہ میر (درد) علیہ الرحمۃ و اکنوں سجادہ نشینِ جنابِ اوشان است۔ بغایت خوش طبع، خوش فہم، نیکو خصال، پسندیدہ افعال، گرم بیان، شیریں کلام صافی ذکا، مستقیم الادراک است۔ از فنونِ متداولہ ہم بقدر ضرورت بہرہ بر داشتہ و در حساب و موسیقی مہارتے تمام رسانیدہ، و در فنونِ شعری و صنائع آں نیز سعیِ بلیغ نمودہ و در جمیع مراتبِ طریقت و شریعت بر روشِ آبائے عظامِ خود استؔ، از دستؔ:

خط دیکھ کر ادھر تو مرا دم اولٹ گیا — قاصد ادھر بدیدۂ پُر نم اولٹ گیا

تیرے بن جب تک کہ میرا دم رہا — آہ اور نالہ ہی بس ہمدم رہا

یاد میں اوس (گلبدن) کی صبح تک — اشک سے تکیہ مرا سب نم رہا

زندگی سخت ناگوارؔ ہوئی — آنکھ سے آنکھ جب دوچار ہوئی

۵۵۔ رنگین

رنگین تخلص، سعادت یار خانؔ فرزندِ طہماسپ بیگ خانؔ۔ اشعار بکمال سلاست و پاکیزگی داردؔ۔ مشتاقِ قدیم استؔ:

قسمیں کروڑ جس نے ملنے کی کھائیاں ہوں (؟)

یہ سوچ ہے، اب اوس سے کیونکر صفائیاں ہوں (؟)

ایسے کافر کو دل دیا ہم نے ہائے اللہ کیا کیا ہم نے!

[ص ۲۵] آ، تجھ بغیر مملکت دل اجاڑ ہے چھاتی پہ رات ہجر کی کالا پہاڑ ہے

کشتے کا تمھارے یہ مدفن ہے مرے صاحب! پڑھ لیجے ذرا اس پر تکبیر کھڑے رہ کر

اب سیر میں گلشن کی تا سرو کو میں کاٹوں کھنچوا دو مجھے اپنی تصویر، کھڑے ہو کر

اوٹھنے سے تمھارے جی، جی بیٹھا ہی جاتا ہے کر جائیے ٹک اس کی تدبیر کھڑے ہو کر

(قطعہ)

میں نے چٹکی جو لی، تو ہو کے خفا بولے: آئے ہو کیا ستانے آج!

روز تم نچلے بیٹھے رہتے تھے کیا ہوا ہے؟ لگیں نچانے آج!

۵۶۔ رونق

رونق تخلص، میر غلام حیدر خان عظیم آبادی - از وست:

رحم کر، اے دوست! لگا ہے خاکساری پر مری نقشِ پا کی طرح تیری راہ میں افتادہ رہوں

حرف الزاء المعجمہ

۵۷۔ (زار)

(زار) تخلص، میر منظر علی متوطنِ لکھنؤ:

ایک دن پہلے ہی دنیا سے اوٹھانا ہم کو یا الٰہی! شبِ فرقت نہ دکھانا ہم کو

۵۸۔ زار

زار تخلص، برہان الدین خان از زمرۂ خواصانِ حضور والا بودہ - شعر ہم می نوشت، از وست:

غرورِ حسن دلا! ختم ان بتاں پر ہے قدم زمیں پہ نہیں اون کا آسماں پر ہے

حرف السین المہملہ

۵۹ــ سبقت

سبقت تخلصِ مرزا مغل خلف مرزا علی اکبر اخوند، شاگرد جرأت، مولدش شاہجہاں آباد است، ازوست:

تا بکجا یہ اضطراب، دل نہ ہوا ستم ہوا — جان لبوں پہ آگئی، تو بھی قلق نہ کم ہوا

عشق میں ہم کو خدا ہی (نے) گرفتار کیا — ورنہ کس واسطے اوس بت کو طرحدار کیا

کچھ فائدہ کی بات، دلا! اختیار کر — کیا فائدہ ہے گریۂ بے اختیار کا؟

۶۰ــ سخن

سخن تخلصِ حکیم مرزا محمد حسین۔ وطنش شاہجہان آباد۔ در فنِ طبابت مہارتے دارد۔/ اشعارِ نمکین در فارسی و ریختہ دارد: [ص ۲۶]

جوں ہی جان نکلی، وو ہیں آن نکلا — بھلے مرتے مرتے تو ارمان نکلا!

۶۱ــ سرسبز

سرسبز تخلصِ میرزا زین العابدین خان عرف میرزا مینڈھو پسرِ نواب سالار جنگ مرحوم۔ کلامش بامزہ است۔ اوراست:

میں روتا ہوں، سرسبز! آتی (رہے) جب یاد — وُہ صورت مجھے پیاری (پیاری) کسی کی

اوس کے کوچے کی طرف، میں تو نہ جاؤں سرسبز!
کششِ دل ہے کہ کھینچے لیے جاتی ہے مجھے

شبِ انتظار گذری ہمیں انتظار کرتے — کبھو دوست دوست کرتے کبھو یار یار کرتے

کب خوش آتی ہے مجھے سیرِ گلستاں تجھ بن — نظر آتا ہے اِ چمن خانۂ زنداں تجھ بن

اپنے عاشق کی تو بالیں پہ نہ آیا (صد) حیف! — جان دی اوس نے بصد حسرت و حرماں تجھ بن

۶۲ — سرور

سرور تخلص میر محمد خان[۱] خلفِ نواب اعظم الدولہ ابوالقاسم خان متخلص بہ صافی[۲] - مردے ظریف، خوش طبع، یار باش، نیکو صحبت، بحسنِ اخلاق و بہ محامدِ شیم آراستہ، قابل دوست، آدم شناس طبعش بافنِ شعر مناسب[۳] - در ریختہ ابیاتِ بلند، خاطر پسند دارد - اوراست[۴] :

چلی شب، آہ ہم اس غم سے پیچ و تاب کھاتے ہیں!
سیہ روزی یہ دیکھو، وہ ابھی زلفیں بناتے ہیں

ہم دیکھتے ہی یار کے بے ہوش ہو گئے — شکوہ جو یاد تھے سو فراموش ہو گئے

مجلس میں ستانا مجھے ہر آن نہ ٹھہرے — (غیروں سے اشاروں کی مری جان! نہ ٹھہرے[۵])

مرگ بہتر ہے، اگر نہ ہو (تو) پاس — ہے مزا تجھ سے زندگانی کا

[ص ۲۷] میں نے سرور کی خبر جا کے جو پوچھی دمِ نزع — اوس (نے) کچھ بات نہ کی ٹک بھر آئیں آنکھیں

الم ہو، رنج ہو، بیطاقتی (ہو) درد ہو، غم ہو
یہ سب کچھ ہم کو ہو یارب! و لیکن وہ بھی محرم ہو

سرور! اوس شوخ کو کیوں نیند سے بیدار کیا؟
کس لیے فتنۂ خوابیدہ جگایا تو نے

---

۶۳ — سراج

سراج تخلص[۱] شاعر است از شعرائے خجستہ بنیادِ اورنگ آباد، سر مشق، شہر استاد است، از وست[۲] :

شکر اللہ ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا — شیوۂ جور و جفا فی الجملہ کم ہونے لگا

خبرِ تحیرِ عشق سن، نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ وہ تو رہا، نہ وہ میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی

شہِ بے خودی نے عطا کیا مجھے جب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی، نہ جنوں کی پردہ دری رہی

نگہِ تغافلِ یار کا گلہ کس زباں سے بیاں کروں

کہ شرابِ صد قدحِ آرزو خُمِ دل میں تھی سو بھری رہی

کیا راکھ آتشِ عشق نے دلِ بینوائے سراج کو

نہ خطر رہا، نہ حذر رہا، جو رہی سو بے خبری رہی

ایں غزل را بعضے بہ سراج الدولہ حاکمِ بنگالہ نسبت می کند۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

۶۴۔ سکندر

سکندر تخلصِ خلیفہ محمد علی، شاگردِ محمد شاکر، مولد و موطنِ وے پنجاب۔ از مشاہیرِ مرثیہ گویانِ ہندوستان است۔ گویند کہ رندے از خود گذشتہ لا اوبالی، دایم الخمرے بودہ۔ مدتہا در حیدر آباد بسر کردہ، ہم آنجا درگذشت۔ از وست:

عزیزو! عیش و عشرت، عاشقِ بیتاب کیا جانے!

لگی ہوں جس کی آنکھیں یار سے، سو خواب کیا جانے!

عرق آلودہ رخسارہ / پہ کیا ہی زلف چھائی ہے [ص ۴۸]

سحر گلشن میں ناگن چاٹنے کو اوس آئی ہے

۶۵۔ سلیمان

سلیمان تخلصِ شاہزادۂ عالی تبار، مرزا سلیمان بشیمِ اخلاق موصوف، و بکرم و اتفاق معروف۔ از چندے سکنۂ لکھنؤ را در ظلِّ عاطفتِ خویش گرفتہ۔ سخن فہم و قدر دانِ اہلِ سخن، مضمون یاب، معنی فہم است۔ از وراست:

نہ فقط نعرہ سے رہتی ہے زمیں کو جنبش

بلکہ اس صدمے سے ہے عرشِ بریں (کو) جنبش

جان دی راہِ محبت (میں) الٰہی! صد شکر! بات میں نے جو کہی تھی، سو نباہی لصد شکر!

اے سلیماں! میں کروں کیونکر زبانِ خلق کی بند مفت بدنام کیا مجھ کو، وہ آئے نہ گئے

۶۶۔ سودا

سودا تخلص، مرزا رفیع اصلش از کابل و مولدِ وے شاہجہان آباد۔ از شعرائے ریختہ گوے مشتہر قرار دادۂ ہندستان است و از استادانِ سخنور و معنی پرور؛ نطقش سرمشق طبع استادانِ معنی آفرین است۔ شاعرِ ساحر و بر جمیع اصناف قادر۔ قصائدش ہمہ غرّا و نظمش ہمہ اعلاست۔ الحق کہ وے در شاعری، سیّما در قصیدہ گوئی و ہجا بزبانِ ریختہ، گویی بمنزلتے رسیدہ کہ بالاتر ازاں ممکن نیست؛ اہاجی را بمرتبۂ شیرین و نمکین بعرصۂ بیان آوردہ کہ کام لبینہ شورش انگیزد (؟) دلبراں را از زہرِ عبرت چوں مذاقِ عاشقاں تلخ ساختہ، و در عصر وے از اکابر کم کسے بودہ کہ تیغِ ہجا بر رویش ناختہ۔ از وست:

سن کے، یہ کہتا ہے، میرے نالۂ جانکاہ کو / کیوں مجھے ایسا بنایا، کیا کہوں اللہ کو!

[ص ۹۲] آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا / کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

سب سے کہے سوتا ہوں یہ کہہ دیں کہ پھر آنا / بالیں پہ مری شورِ قیامت اگر آوے

بہنا کچھ اپنی چشم کا دستور ہو گیا / دی تھی خدا نے آنکھ، سو ناسور ہو گیا

کہتا ہے، بناگوش ترا زلف کے آگے / میں صبحِ قیامت ہوں، مری شام یہی ہے

صندل جبیں نہ تھی کچھ پدر و مادر کے؟ / ہم تو ہیں روزِ تولّد سے غبارِ دامن

عاشق کی بھی کٹتی ہیں کیا خوب طرح راتیں! / دو چار گھڑی رونا، دو چار گھڑی باتیں

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑے زمانہ میں / تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانہ میں

سودا! خدا (کے) واسطے کر قصّہ مختصر / اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانہ میں

تھا کس کے دل کو کشمکشِ عشق کا دماغ / یا رب! برا ہو دیدۂ خانہ خراب کا

ایک عقدہ نہ کھلا رشتۂ تقدیر سے حیف! / ہم نے فرسودہ بہت ناخنِ تدبیر کیا

بھٹکی پھرے ہے کب سے، خدایا! دعا مری / دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا

سرشکِ چشم نہ تھا میں کہ اے فلک! تو نے / نظر سے خلق کے گرتے نہ مجھ کو تھام لیا

رہے اس فصل میں اے بلبل و گل! ناتواں یہاں تک / نہ نالا لب تلک پہنچا نہ چاکِ جیب داماں تک

کیفیتِ چشم اوس کی مجھے یاد ہے سوداؔ! — ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

ظاہر میں دیکھنے کا کچھ اسباب ہی نہیں — آوے مگر وہ خواب میں، سو خواب ہی نہیں

یا تبسم، یا نگہ، یا وعدہ، یا گاہے پیام — کچھ بھی ہے خانہ خراب اس دل کے سمجھانے کی طرح!

اثر نے آہ میں، ہر چند نے تاثیر نالہ میں — پر اتنا ہے کہ ان دونوں سے میرا جی بہلتا ہے [ص ۲۰]

مت پوچھ کچھ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر — اس گفتگو سے فائدہ، پیارے! گذر گئی

ہے قسم تجھ کو فلک! دے تو جہاں تک چاہے — جلوۂ حسن اوسے، حسرتِ دیدار مجھے

قطعہ

سوداؔ کو کہتے ہیں کہ اوسے ہے مصاحبت — کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا

اوروں کی نسبت ان دنوں کچھ لگ چلا تھا وہ — دو چار جھڑکیوں میں بدستور (ہو) گیا

تو نے سودا کے (تئیں) قتل کیا، کہتے ہیں — یہ اگر سچ ہے، تو ظالم! اسے کیا کہتے ہیں؟

سوداؔ کی جو بالیں پہ گیا شورِ قیامت — خدّامِ ادب بولے: "ابھی آنکھ لگی ہے!"

واعظ! تو سنی بولے ہے، جس روز کی باتیں — اوس روز کو ہم نے شبِ ہجراں میں دیکھا

سوداؔ! جو ترا حال ہے، ایسا تو نہیں وہ — کیا جانیے تو نے اوسے کس آن میں دیکھا!

ناتواں طیر ہوں میں، اے رفقائے پرواز! — اتنا آگے نہ بڑھو تم کہ رہا جاتا ہوں

لختِ جگر آنکھوں سے ہر آن نکلتے ہیں — یہ دل سے محبت کے ارمان نکلتے ہیں

اس تیرِ نگہ کے ہے کشتہ کا جہاں مدفن — سبزے کی جگہ واں سے پیکان نکلتے ہیں

دوزخ مجھے قبول ہے، اے منکر و نکیر! — لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا

خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھاوے — جو کچھ دوست اپنے سے ہم دیکھتے ہیں

نوشتے کو میرے مٹاتے ہیں، رو رو — فرشتے جو لوح (و) قلم دیکھتے ہیں

یہ جی میں ہے کہ (میں) اوس بے وفا سے جا پوچھوں — ہمارے بیمزہ رکھنے میں کچھ مزا بھی ہے!

طائرِ رنگِ (حنا) کی نمط اب اے صیاد! — ہوں تو میں ہات میں (تیرے)، پہ اوڑا جاتا ہوں [ص ۲۱]

سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنایہ سمجھو — ہے زباں میری کہ گفتار کروں یا نہ کروں

خواب شیریں میں ہے وہ دل ہے مرا مائلِ شوق — جی دھڑکتا ہے کہ بیدار کروں یا نہ کروں

۶۷۔ سوز

سوز تخلص (محمد) میر سید بزرگ درویش نہاد، خوش طبع بودہ۔ خط نستعلیق و شکستہ نکو می نوشت و در خواندنِ شعر ضرب المثال بود۔ مدتہا در لکھنؤ بسر کرد، ہم آنجا در گذشت۔ طرز ریختۂ وے از ہمہ جدا است:

زانو پہ ترے سر ہو اور جان نکل جاوے | مرنا تو مسلم ہے، ارمان نکل جاوے

سوزے ایک نے پوچھا کہ صنم سے اپنے | اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گاہے گاہے
دیکھ کر موُنھ کو گھڑی ایک میں بھر کر دم سرد | یوں اشارے سے بتایا: مر رہے گا ہے

شہرۂ حسن سے از بسکہ وہ محجوب ہوا | اپنے گھڑے سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا
سوز کچھ موُنھ بنائے آتا ہے | آج مجرے کا پھر جواب ہوا

اور تو بس نہیں چلتا ہے رقیبوں کا، مگر | سوز کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں

(رباعی)

(جو میرے عدو تھے، ان سے تو یار ہوا | مجھ سے لڑنے کو اب تو تیار ہوا)
رہ رہ کے مرے جی میں یہ آتا ہے | اللہ، تو ہم سے ایسا بیزار ہوا!

نصیحتوں کا گھمنڈ ہے بہت سا ناصح کو | جو اوس (کے) روبرو بولے، تو میں سلام کروں

جب میں نے کہا میری طرف تو دیکھو | دیتا ہوں وگرنہ جی میں، دیکھو دیکھو
جھنجھلا کے لگے کہنے: تو کیا ہے؟ معقول! | خوبی خلطے کی، واہ! موُنھ تو دیکھو

۶۸۔ سید

[ص ۲۱] سید تخلص میر غالب علی خان، میر منشی حضور والا، سید صحیح النسب در عالم آشنائیہا بنہایت یار دوست و گرم خون آمدہ و نہایت آدم شناس با انصاف است۔ اشعارِ عالی در فارسی و ریختہ دارد و امروز در قوتِ شاعری و نثر گوئی در اقرانِ خود ممتاز است و در تاریخ یابی بے عدیل است۔ او راست:

ردکشِ اندوہِ ہجراں شب دل بیتاب تھا | تاب کا پانی جگر، طاقت کا زہرہ آب تھا

تجھ بن اے کانِ ملاحت! صبح تک پاشندہ تھا
زخم پر دل کے نمک نورِ شبِ مہتاب تھا

سبب کیا پوچھتے ہو مجھ سے میرے زار رونے کا
کسی کو کچھ مرض ہے، مجھ کو ہے آزار رونے کا

تھی بیکلی یہ مجھ کو آرام نہ آیا
جب تک مری بر میں وہ گل اندام نہ آیا

نے غازہ، نہ گلگونہ، نہ ہے رنگِ حنا تو
اے غمزدہ دل! تو تو کسی کام نہ آیا

یارو! مری بالیں سے نہ اٹھو، نہ جدا ہو
حالت مری اچھی نہیں، کیا جانیے، کیا ہو

کیا کیجیے سید! اک عجب بات ہے مشکل
جی اس سے لگا، جس سے ملاقات ہے مشکل

(دکھ) مداوا کا مرض سے بیشتر پیدا ہوا
مجھ کو صندل گھستے گھستے دردِ سر پیدا ہوا

کیا خبر پرواز کی مجھ کو کہ میں جس روز سے
دام میں پیدا ہوا، بے بال و پر پیدا ہوا

حرف الشین المعجمہ

۶۹ــ شفیع

شفیع تخلصِ محمد شفیع، خوش محاورہ، نیکو فکر معلوم یشود۔ گواہ بر ایں معنی ایں مقطعِ اوست:

رات کیا ہو گیا تھا تجھ کو، شفیع!
جب کھلی آنکھ روتے ہی دیکھا

۷۰ــ شکیبا

شکیبا تخلصِ شیخ غلام (حسین)، اصلش از شاہجہان آباد۔ از مردم خوب ایں شہر است۔ او راست:

فقط جب سے تمھارے ہو رہیں ہیں
مخالف سب ہمارے ہو رہیں ہیں

/ نیم بسمل اوس نے گر چھوڑا، شکیبا! غم نہیں
[ص ۳۳]

پر یہ غم (ہے) اعتبارِ دستِ قاتل اوڑھ گیا

ہمیں قتل تم نے کیا، کیا، نہیں کہتے ہم کہ برا کیا

یہ بھلا کہو کہ کہو گے کیا، جو کوئی کہے کہ یہ کیا کیا؟

۷۱۔ شکوہ

شکوہ تخلصِ محمد رضاؒ متوطن لکھنو۔ در شعر شاگردِ مرزا قتیلؒ است، او راست:

نہ اوس کا وصل ہے ممکن، نہ تاب ہے دل کو

عجب طرح کا، الٰہی! عذاب ہے دل کو

۷۲۔ شگفتہ

شگفتہ تخلصِ مرزا سیف علی خاںؒ فرزندِ نواب شجاع الدولہ۔ از وستؒ:

دل و جگر نہیں سینہ کے داغ کے نیچے — جلے پڑے ہیں پتنگے چراغ کے نیچے

۷۳۔ شمس

شمس تخلصِ میر شمس الدینؒ:

سن کے رونے کی مرے آواز، کہتا ہے وہ شوخ

"یہ وہی کمبخت شاید یہاں پسِ دیوار ہے"

۷۴۔ شوق

شوق تخلصِ میاں غلام رسولؒ، مردے سپاہی پیشہؒ از سکنۂ دہلی ست۔ نسبتِ تلمذ بہ محمد نصیر داردؒ۔ از وستؒ

آپ کو رکھتا تھا جس سے کر کے سو تدبیر کھینچ — لے گئی کوچہ میں اوس کے مجھ کو پھر تقدیر کھینچ

۷۵۔ شور

شور تخلصِ مرزا محمود بیگؒ اصلش از ایران؛ مولدش شاہجہان آباد، جوانیستؒ سپاہی پیشہؒ۔ از وست:

ایک آہِ سرد بھرنا اور دل (کو) تھام لینا — ہوتا ہے گاہے (گاہے) یوںؒ اون کا نام لینا

۷۶۔ شیدا

شیدا تخلص خواجہ ہینگا شاگردِ میر محمدی بیدار بعلاقہ بندی معاش می کردہ۔ ازوست:

شعلہ خو میرے کو اور آتش کا پرکالا کیا — آگ لگ جاوے مری اس آہِ بے تاثیر کو

اپنے شیدا کی حالتِ جانکاہ — کیا ہو، گر تم بھی آن کر دیکھو

وہ صورتیں، الٰہی! کس ملک بستیاں ہیں — (اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں)

حرف الصاد

۷۷۔ صادق

/ صادق تخلص میر صادق علی خان۔ جوانیست نیکو خلق۔ مولدش (عظیم آباد ست و بہ [ص ۳۴] شاہجہان آباد نشو (و) یافتہ، بدارد غگیِ دواخانہ پادشاہی امتیاز دارد۔ ازوست:

ہمیں زیرِ زمیں بھی چین اے گردوں! نہ ہووے گا

دلِ بیتاب، گر ہم سے جدا مدفوں نہ ہووے گا

۷۸۔ صدق

صدق تخلص شخصے از باشندہ حیدر آباد۔ زیادہ بر حالش معلوم نہ دارم۔ ازوست:

بدقت اشک اب نکلے (ہے)، شاید

ہوا آنکھوں میں اب لختِ جگر بند

۷۹۔ صفدری

صفدری تخلص میر صادق علی برادرِ کوچک میر نظام الدین ممنون از ساداتِ صحیح النسبت، جوانے نیکو منظر خوش ادراک، ظریف وگرم صحبت، با وصافِ پسندیدہ اتصاف دارد، طبعش با فنِ شعر نہایت مناسب افتادہ۔ راقم حروف را از آوانِ صبا ربط وخصوصیتے با اوست اشعارِ دلکش ومطبوع دارد۔ وبخدمتِ برادرِ بزرگِ خود استفادہ فنونِ شعری

می کند۔ اوراست :

ہاتھ مت رکھ دل پر آتش دبے تسکیں پر نہ چھوے کہیں پڑ جائیں کف سیمیں پر!

نہیں معلوم، دل میں صفدری کے درد کیسا ہے

کہ ہر دم ہاتھ سینہ پر وہ بیتابانہ رکھے ہے

صفدری! سینہ میں دل کو اپنے بیتابی ہے آج

منع مت کر، متصل گر مائل فریاد ہوں

شاید نسیم مصر کا آتا ہے قافلہ خوشبو (کی) اک لپٹ سی ہے بیت الحزن کے پاس

(س ۳۵) بہ چشم ترو دل و جگر داغ داغ دیکھ چشمہ قریب چشمہ، چمن ہے چمن کے پاس

حرف الضاد

۸۰ ــ ضبط

ضبط

نقد دل وحشت میں کھو کر اک جنوں پیدا کیا ہم نے بازار محبت میں یہ کیا سودا کیا!

---

۸۱ ــ ضیاء

ضیاء تخلص میر ضیاء الدین سید صحیح النسب۔ اصلش شاہجہان آباد، از چندے بہ عظیم آباد رفتہ اقامت کردہ۔ خوشگو، شیریں گفتار است۔ بیشتر از موزوں طبعان دیار شرقیہ نسبت تلمذ بوے دارند۔ مدتے شد کہ آنجا درگذشت۔ از وست :

ہجر کی رسم ہم سے چھوٹ پڑے یا فلک تجھ پہ عرش ٹوٹ پڑے

صاف تھا جب تک (کہ خط، تب تک) جواب صاف تھا

اب تو خط آنے لگا، شاید کہ خط آنے لگے

کل کی رسوائی تجھے کیا بس نہ تھی، اے ننگ خلق!

اوس کے کوچے میں ضیاء، آج پھر جانے لگا

حرف الطاء

۸۲۔ طالب

طالب تخلص عاشور بیگ خان پسر دولت بیگ خان مرحوم، اصلش از توران و مسقط الراس سرزمین ہندوستان۔ اکثر اشعار خود بہ نظر محمد تقی میر گزرانیدہ، طبع درست و اشعار خوب داشت۔ ازوست:

رہا تجکو وہاں نت کام اپنا — ہوا یہاں کام اے خود کام اپنا
کہاں ملتا ہے طالب، ہم سے وہ شوخ — یوں ہی بدنام ہے یہ نام اپنا
رقص بسمل ہے طپشہائے (؟) دل — تو بھی آ دیکھ تماشائے دل
ایک دم چین نہیں دیتا ہے — کاش، سینے سے نکل جائے دل

۸۳۔ طپش

[ص ۳۶] طپش تخلص مرزا محمد اسمٰعیل المشہور بہ مرزا جان پسر مرزا یوسف بیگ۔/ اصلش از بخارا و مولدش شاہجہان آباد۔ از مدتہا در اطراف بنگالہ بسر می کند۔ بسیار وجیہ و نمایاں خوش بخت آمدہ۔ از فنون شعر و صنائع آں نیز آگاہ۔ شاگرد حضرت خواجہ میر علیہ الرحمۃ است:

کس کی طرف سے آج طپش! تجکو یاس ہے
سچ کہہ، ہمارے سر کی قسم، کیوں اداس ہے؟

نہ شہر بھائے، نہ صحرا لگے بھلا مجکو — الٰہی! بیٹھے بٹھائے یہ کیا ہوا مجکو
زندگانی کے بھلا اب کونسے آثار ہیں — زندگی جن سے عبارت ہے، وہی بیزار ہیں
خدا کسی کو نہ آزار عشق دیوے، یار! — کبھو ہمیں بھی یہی آرزو تھی (اب سے) دور
کجے ہے: بیٹھوں ہو محفل میں اوس کی جب سے دور — اکل خورا ہے کہ بیٹھا کرے ہے سب سے دور
نہ جانا تھا، کچھ سوزش ہے جام عشق پینے میں — اترتے ہی گلے سے لگ گئی اک آگ سینے میں

۸۴۔ طغل

طغل تخلص مرزا طغل از نتائج سلاطین نامدار است۔ او راست:

یک بیک آ کے مرے پاس سے جانا کیا تھا   ایسے آنے کو لگے آگ، یہ آنا کیا تھا

حرف الظاء المعجمہ

۸۵۔ ظاہر

ظاہر تخلص میر محمدی۔ اصلش از شاہجہاں آباد مدتہا در اکبر آباد بسر کردہ۔ گاہ گاہی گفت از وست:

یہ تو سب جور و جفا ہو گئے خوگر ہم کو   چاہیے اب ستم نو کوئی ایجاد کرو

۸۶۔ ظریف

ظریف تخلص خداوردی خاں۔ برادرِ خورد سعادت (یار) خان رنگین۔ نوجوانے ست نیک خو، گاہ گاہ فکرِ شعری کند۔ از وست:

اپنی آہِ بے اثر نے کچھ اثر شاید کیا   وہ بھی مضطر ہو گیا، کل مجھ کو مضطر دیکھ کر

۸۷۔ ظفر

[ص ۲۰] ظفر تخلص مرزا ابوالظفر بہادر ولیعہدِ حضرت ظلِ سبحانی از شاہزادگانِ عالی مقدار است از برادرانِ خود بمزید صنع و ادراک ممتاز آمدہ۔ اشعار بسیار دارد۔ گاہے ابیاتِ درست ہم از طبعش سری زند (؟) او راست:

پانو پھیلا ے جنوں نے مرے یہاں تک (ہیں) ظفر!

ثابت ایک روز بھی ہاتھوں سے گریباں نہ رہا

لشکر طفلاں کو لے کر ساتھ کس شوکت سے آہ   تیرے ہاتھوں سے جنوں! کیا کیا نہ گلیاں دیکھیاں

مجھ کو یہ ڈر ہے مبادا کوئی دامنگیر ہو   خون سے آلودہ ہے تیری، ستمگر! آستیں

حرف العین

۸۸ــ عارف

عارف تخلصِ محمد عارفؒ رفوگرؒ۔ اصلش از کشمیر و مولدش شاہجہان آباد است۔ از وستؒ:

اس ابر میں بے ساقی دمے جی پہ بنی ہے — ہر بوند کا کھانا، مجھے ہیرے کی کنی ہے
دخترِ رز کو کہہ کہ آن ملےؒ — ورنہ عارف افیم کھاتے ہیںؒ

۸۹ــ عاشق

عاشق تخلصِ مہدی علی خانؒ از احفادِ نواب علی مردان خان مغفورؒ۔ بر اصنافِ سخن قادر بودہ وحملۂ حیدری را نیکو گفتہ۔ از وستؒ:

دن تو جوں توں کے کٹا رات پھر آئی سر پہ — آفتِ تازہ جدائی میرے لائی سر پہ
پوچھ مت، کیا تری دوری سے میرا حال ہوا — مختصر قصہ کہ جینا ہمیں جنجال ہوا

۹۰ــ عشق

عشق تخلصِ دانائے رموزِ حقیقت، عالمِ اسرارِ طریقت، زہر فنا چشیدہ دکیفیتِ بقا رسیدہ "سرحلقۂ کاملان" سرگردہِ عارفان، گرہانِ وادیِ دین را ہادی حضرت شاہ رکن الدین المعروف [ص ۳۷] بہ شاہ گھسیٹا عظیم آبادی۔ عنقاے طبعش در قافِ قربِ الٰہی آشیان ساختہ: نظرِ ہمتِ والا ہمتش بما سوی اللہ بپرداختہ۔ شرحِ مرتبہ اش ازاں زیادہ تراست کہ بدستیاریِ خامۂ بریدہ زبان از عہدۂ تحریرآں توانہ برآمد۔ اشعارِ عالی کہ بوے توحید و سوختگی ازاں تواں یافت، دارد۔ از اشعارِ در بار اوستؒ:

بات کہنے کی نہیں طاقت شکایت کیا کروں!

عشق رخصت دے، تو شورِ حشر اب برپا کروں

گیا، گیا! جفائیں نظالم! ہم نے تری سہیں ہیں — لیکن شکایتوں سے لب آشنا نہیں ہیں

۹۱ ـ عشق

عشق تخلص میر عزت اللہ خاںؔ، جوانے خوش سیرت، نیکو محضر، خوش صحبت، صافی فطنت، پاک نہاد، بصلاح و تقویٰ فرد، بورع و حیا موصوف۔ از علوم متداولہ بقدرِ ضروری بہرہ برداشتہ و در فنِ طبابت، ماہر۔ اشعار بامزہ و شیرین، نمک بے یار دارد۔ و طرزے خاطر پسند و دلکش در ریختہ اختراع کردہ، و بغایت درمندانہ و عاشقانہ حرف می زند۔ از اشعار اوست:

گر جانتے، ہمیں گے یہ رنج و عذاب ہم
رکھتے بغل میں کیوں دلِ خانہ خراب ہم!

کل وہ (بولے) ناز سے: جب عشقؔ! ہم گھر جائیں گے
تم یہ کیا بنیے گی؟ ہم نے کہا مر جائیں گے،

یہ جوشِ گریہ ہر دم، چشم پر آب! کیا ہے! اتنا بھی پھوٹ رونا، خانہ خراب! کیا ہے!

تمہارے عشق میں کب کب جگر خواری نہیں ہوتی
بھلا کس روز یہاں مرنے کی تیاری نہیں ہوتی [ص ۱۰۱]

ادھر تو شیشۂ دل کو نہ بیدردی سے ہاتھوں پٹک
ادھر لاؤ، اگر تم سے خریداری نہیں ہوتی

برنگِ شعلہ جلتا ہوں، کفِ افسوس ملتا ہوں
ادے تاثیر کیوں، اے حضرتِ باری، نہیں ہوتی

نگاروں عشق! دل کس سے کہاں ہم کو دماغ اتنا!
میاں! ہم سے کسی کی ناز برداری نہیں ہوتی

(قطعہ)

بلبل! تو عبث پھولے ہے اس گل پہ کہ جس کو گوش شنوا ہو، نہ ذرا چشم حیا ہوئے
چل ساتھ مرے تجھ کو دکھا دوں وہ طرحدار آنکھوں سے نہ دیکھا ہو، نہ کانوں سے سنا ہو
کاوشِ خارِ جدائی کو مٹا دے جی سے مجھ کو پہنچا دے، الٰہی، مرے گلفام تلک
کہاں تک یہ رہوں اس حلقۂ زنجیر کا قیدی بہار آوے، الٰہی! پھر کہیں دیوانہ پن چمکے

۹۲ — عظیم

عظیم تخلص مرزا عظیم بیگ مرد سپاہی وضع مولدِ وے شاہجہان آباد است و اصلش از توران شت۔ از شاگردانِ شاہ حاتم بودہ۔ اکثر پیروی شیوۂ نظم ز طرزِ گفتارِ مرزا رفیع نمودہ۔ نخگوے معنی یاب است۔ میانۂ وے و میر انشاء اللہ خان مہاجات و مطارحات گذشتہ۔ مخمسے کہ در ہجا رے مذبور گفتہ، در افواہِ عام مشہور است۔ از وست

پھر ہماری نعش پہ کیا یارا کر چلے — خوابِ عدم سے فتنے کو بیدار کر چلے
یارب! عظیم کو بھی کچھ غریقِ رحمت — آوارۂ جنوں سا اک صاحبِ سخن تھا
بھڑکا ہی دیا آہ نے دامانِ شفق کو — اے چرخ! اسنبھال کر لگی متصل آتش

حرف العین

۹۳ — غافل

غافل تخلص میر محمد علی از ساداتِ ممالک جنوبیہ و از تلامذۂ شاہ قدرت اللہ است شرش [ص ۸۴]

خالی از مزہ نیست :

چشم کو تجھ بن عجب کچھ رات بیخوابی رہی — ایک قلق جی (کو) رہا اور دل کو بیتابی رہی
جب تلک جیتے رہے جاری رہے آنکھوں سے اشک — بعد مرنے کے بھی مدت تک یہ سیلابی رہی

---

۹۴ — غالب

غالب تخلص بہادر بیگ خان فرزند نواب نیاز بیگ خان تورانی کہ یکے از مشاہیر سرداران عہدِ نواب ذو الفقار الدولہ بودہ۔ محفلِ مشاعرہ در خانۂ خود بمزید اہتمام منعقد می کرد۔ اشعارِ فارسی و ریختہ بسیار دارد۔ بعضے از ایں ہا مقبول و دلکش افتادہ۔

از وست:

قصہ درد و غم اپنا جو سنایا ہم نے
یاں تلک روتے کہ اوس کو بھی رلایا ہم نے

قاصد! ادے آتا ہوں بھلا میں (بھی) کبھو یادؔ

اب جس کی مجھے یاد میں کچھ بھی نہ رہا یاد

کیا پوچھے (ہے) غالب! تو مرے رونے کا باعث

اس وقت خدا جانے، مجھے آگیا کیا یاد!

بجلی کے کڑکنے کا ہوں قرباںؔ | شب (وہ) چھاتی سے لگ گیا ڈر کر
ہم نے لکھ لکھ اوسے حالِ (ہجر) شام تمام | اپنے ہاتھوں سے خراب اپنا کیا کام تمام
دل میں اپنے نہ کرو سوچ کہ کیا ہو ویگا | وہی ہووے گا، جو قسمت (کا) لکھا ہو ویگا
دل تو دیتے ہوتے دے (بیٹھے) ہم اوس کو لیکن | سوچ رہتا ہے یہی دل میں کہ کیا ہو ویگا

۹۵۔ غریبؔ

الٰہی! مت کسی کو پیش دردِ انتظار آوے

ہمارا (دیکھیے) کیا حال ہو، جب (تک) بہار آوےؔ

۹۶۔ غضنفرؔ

کہتا تھا اس مریض کو کل وہ، سنا سنا

کردے کوئی معاف ہمارا کہا سنا

۹۷۔ غمگین

[ص ۴۱] (غمگین تخلص میر سید علیؔ خلفِ میر سید محمد مرحوم۔ برادر زادہ سید شاہ نظامؔ کہ ناظمِ شاہجہاں آباد بودہ۔ ازوستؔ:

دل کے لگ جانے (کا) یاروں سے کہوں کیا باعث!

ایک قصہ ہے: جو ناحق میں کہوں۔ کیا باعث!

حرف الفاء

۹۸ــ فدا

فدا تخلص مرزا فدا حسین خان المعروف بہ آغا حسین خان، قوم مغل۔ از سکنۂ لکھنواست۔ کلامش کیفیتے دارد۔ از وست:

وہاں ہمکنارِ غیر سے وہ رشکِ ماہ ہے ‏ یہاں کنجِ غم میں شکوۂ بختِ سیاہ ہے

نہیں کھاتا وہ قسم غیر (کے گھر) جانے کی ‏ سچ جو پوچھو تو یہی بات ہے مرجانے کی!

ناکام کیا رہیں گے، کچھ کام کر رہیں گے ‏ بدنام ہوں گے، تو بھی اک نام کر رہیں گے

ایک سانس جوں حباب (تنِ) ناتواں میں ہے

اس پر (بھی) دردِ عشق مرے امتحاں میں ہے

۹۹ــ فدوی

فدوی تخلص مرزا فدوی۔ گویند، بقال پسرے بود، بشرفِ اسلام درآمدہ۔ اصلش از لاہور۔ اکثر با مرزا رفیع معارض شدہ۔

نہ ہمیں تابِ خموشی ہے نہ یارائے سخن

بات بھی تجھسے تو کہتے ہیں، تو ڈرتے ڈرتے

۱۰۰ــ فدوی

فدوی تخلص بھجو، مولدوے شاہجہان آباد۔ پس از واقعۂ شاہ درانی بسمتِ عظیم آباد رفتہ دہم آنجا بسر کردہ۔ در بدایتِ حال سپاہی پیشہ بود۔ آخر بجنابِ شاہ رکن الدین عشق بیعت کردہ۔ اشعارش بلند است:

کیا تسلی کر گیا تھا یار اس دل کو مرے

یہ تو کچھ جاتے (رہا) ادھر کے اور گھبرانے لگا

شب ہجراں کی، اور تو فدوی! ہم سے تقریر کر نہیں آتی
پر یہ وہ رات ہے کہ جس کی ہمیں صبح ہوتی نظر نہیں آتی

اس آہ! چل ساتھ کہ حسرت دلِ مرحوم سے نکلے عاشق کا جنازہ ہے، ذرا دھوم سے نکلے

گالیاں کیونکر نہ دیوے، تو نے فدوی چھیڑ چھیڑ
ایک تو وہ تھا ہی، اس کو اور بھی بدخو کیا

جوں شمع سر سے گو کہ بلا رات ٹل گئی دیوانے! ذکر آج کا کر، کل کی کل گئی!

۱۰۱ــ فراق

فراق تخلصِ ثناء اللہ خاں برادرزادہ ہدایت اللہ خان تخلص بہ ہدایت۔ اخلاقش مرضی۔ اطوارش مطبوع، اقوالش منتظم، جواہرش مطبوع۔ در محامدِ اخلاقِ حمیدہ او صفاتِ برگزیدہ یگانۂ دہر، و در عالم اخلاق و محبت نادرۂ عصر است۔ دریں جزو زمان اینچنیں کس بالکمیاب۔ از علومِ متعارفہ قدرِ ضروری حظے در ربودہ، و در فنِ طبابت سعیِ بلیغ نمودہ۔ طبعش درست و راست و نظمش روان و پاک۔ در عدادِ اساتذۂ ریختہ گویانِ اینجاست۔ و از مریدان و شاگردانِ حضرت خواجہ میر علیہ الرحمۃ است:

باتوں سے مدعی کی وہاں کان بھر رہے ہیں یہاں جی میں اپنے کیا (کیا) ارمان بھر رہے ہیں
ہر آشنا مخالف، ہر مہربان دشمن تیرے لیے ہوا ہے سارا جہان دشمن

خوشا وہ دن کہ اون کو روٹھنا غفلت شعاری ہو
ادھر عرضِ تمنا، عاجزی منت گزاری ہو

گل چاک جگر، بادِ صبا خاک بسر ہے ماتمکدۂ دہر میں کیا شاد ہو کوئی!
آبلے دیکھلائے جب اس ترے رنجور نے دانت میں تنکا لیا خوشۂ انگور نے

چراغ لاؤ نہ گل چڑھاؤ، ہماری تربت پہ آہی جاؤ
تمھیں ہی گل ہو تمھیں چمن ہو، تمھیں رہو شمعِ مزارِ عاشق

کس سحر سے کس فن سے کس کس فریب سے سچ کہیو فراق! اوس کو کیونکر تو منا لایا؟

ہر چند یہ چاہا کہ کبھو اس سے نہ بولوں — بن بولے یہ کمبخت مرا دل نہیں رہتا ! [ص ۴۴]

کسی سے تم کو لگ چلنا، کسی سے یار ہو جانا — ستم ہے یہ کہ ہم چھیڑیں، تو پھر بیزار ہو جانا

چُہلیں اور چھیڑ یہاں تک رہی بس کیا کہیے ! — رات اس شوخ ستمگار نے سونے نہ دیا

آیا دلِ شگفتہ مجھے یاد، تو رو دیا — چھاتی سے بت غنچۂ تصویر لگا کر

کبھو یہ تم نے نہ پوچھا فراق سے پیارے ! — کہ میرے عشق میں کیا تجھ پہ ماجرا گزرا ؟

رات فرقت میں تری مرگ بغلگیر رہا — دم جو گزرا ترے بن، سو دمِ شمشیر رہا

قطرۂ خوں ہو کے مژگاں پر مرا دل رہ گیا — یہ مسافر تھک کے بس پہلی ہی منزل رہ گیا

درپئے بوئے گل یہ آیا ہوں جریدہ رنگِ گل — جو مرا اسباب تھا، شور رشکِ محفل رہ گیا

دل رہا، طاقت رہی، صبر و توانائی رہی — کارخانہ جابجا، منزل بہ منزل رہ گیا

آنکھ اس شوخِ ستمگر سے لڑا بیٹھیں ہیں — بس چلے یا نہ چلے، جی تو چلا بیٹھیں ہیں

۱۰۲۔ فرحت

فرحت تخلص میر امیر علی، جوانے است موزوں طبع، خوش مزاج، غریب دل، در زمرۂ سپاہیاں نوکر است۔ اشعار خود بنظر میر عزت اللہ عشق می گزارد :

شورِ دل شمع صفاں کو جو سنایا ہم نے — آپ بھی روئے اور ان کو بھی رلایا ہم نے

نہ جب تک صبا نامہ بر تھی کسو کی — کسی کو نہ ہرگز خبر تھی کسو کی

میاں رات کو کس کے گھر تھے کہو تو — ہوئی ڈھونڈتی در بدر تھی کسو کی

ملا جس کو آہوؤں سے نرگس سمجھ کر — سنا تم نے وہ چشمِ تر تھی کسو کی [ص ۴۴]

۱۰۳۔ فرہاد

فرہاد تخلص، میر ببر علی شاگردِ میر حسن مولد و منشاے وے فیض آباد است۔ او راست :

یار جب اودھر کے چلا، دل کو یہ سودا ہو گیا

اے فلک ! کیا تھا ابھی، اور آن میں کیا ہو گیا !

۱۰۴۔ فغاں

فغاں تخلص اشرف علی خانؒ کوکۂ احمد شاہ بادشاہؒ از شاہجہان آباد رفتہ، بہ عظیم آباد بسری کرد۔ از دست:

فغاں ہم نے سنا یوں ہے کہیں مائل ترا دل ہے — خدا آسان کرے بندے: محبت سخت مشکل ہے
تیرے فراق میں کیونکر یہ دردناک جیے — مرے، تو مر نہیں سکتا، جیے تو ناک جیے!

۱۰۵۔ فقیر

فقیر تخلص فقیر اللہؒ۔ در کبت و دوہرہ بسیار ماہر بودؒ۔ اشعارِ ریختہ ہم خوب دارد۔ از دست:

میرے سحاب چشم کو نساں پہ ہے شرف — ہے کونسی گھڑی کہ یہ گوہر فشاں نہیں!

حرف القاف

۱۰۶۔ قائم

قائم تخلص قیام الدینؒ علی۔ وطنش قصبۂ چاند پورؒ۔ از مشاہیر ریختہ گویانِ ہند بودہ و کافۂ سخن سرایان عہد او را بادستادی مسلّم دانستہ اند۔ با مرزا رفیع سودا معاصر و مصاحب و ہم مشق بودہ بغایت خوش سلیقہ بودہ و شیریں زبان است۔ اشعارش در نہایت شستگی و درستی محاورہ و عذوبت واقع شدہ، پایۂ او در فنِ ریختہ گوئی از اں بالاتر است کہ محتاج تحریر و تقریر باشد۔ گویند کہ در بدایتِ حال ابیاتِ خودؒ......ؒ

حواشی

اثر ص ۲۲

۱۔ ہندی: میر محمد (صحیح محمد میر ہی ہے)

۲۔ سالِ وفات کسی معاصر تذکرہ نویس کے یہاں درج نہیں لیکن وفات یقیناً ۱۲۰۹ھ میں ہوئی۔ (میخانۂ درد) اُن کے مزار بیرونِ ترکمان دروازہ (دہلی) کے کتبے میں بھی یہی سال درج تھا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے، حواشی تذکرۂ حیدری گلشنِ ہند: ۳۱)

۳۔ دیوان کے نسخوں کے لیے دیکھیے، تذکرۂ حیدری: ۳۱

۴۔ دیوان، ہندی، دستور الفصاحت: آدے ہے۔

۵۔ ہندی: کبھی ۶۔ دیوان، ہندی: تب

۷۔ عمدۂ منتخبہ (ص ۸) میں یہ شعر شیخ عبداللہ آزاد کے نام درج ہے۔

۸۔ ہندی: کچھ نہیں تری، دیوان: کچھ تری نہیں۔

۹۔ مسرت افزا: پر اثر کی تو ہم کو، ہندی، نغز، دیوان: پر اثر کی ہمیں تو

۱۰۔ دیوان: میں کبھی ۱۱۔ دیوان: چلے

۱۲۔ دیوان تئیں ۱۳۔ دیوان: بندا

احسان ص ۲۲

۱۔ نغز: در ابتدا رحمن تخلص میکرد ۲۔ ولادت: ۱۱۸۳ھ، وفات: ۱۲۶۷ھ

۲۔ قاسم اور سرور ان کے دیوان کا ذکر نہیں کرتے، لیکن یہ قریب بہ یقین ہے کہ سرور نے انتخابی اشعار ان کے دیوان سے درج کیے ہیں۔ تعدادِ اشعار ۲۸۷، لیکن ان میں کچھ اشعار احسان حیدرآبادی

کے بھی ہیں۔ شیفتہ کی نظر سے دیوان گزرا تھا، انھوں نے ۵۲ شعروں کا انتخاب اپنے تذکرے میں درج کیا ہے۔ دیوان اب ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے شائع کر دیا ہے (حیدر آباد ۱۹۶۸ء)۔

دیوانِ اردو کے متعدد خطی نسخے ملتے ہیں۔ کتاب خانۂ حیدر حسن، حیدر آباد، انڈیا آفس، لندن، رضا لائبریری، رامپور، ذخیرہ لالہ سری رام (جامعہ بنارس) اور سالار جنگ میوزم ۵،۸ ویں شہر آشوب کا ایک نسخہ بھی ہے جس پر مصنف کا تخلص احسان لکھا ہے۔

۴۔ دیوان: یہاں مجھے ہی نصیحت کو

تذکرۂ سرور اور گلشن بے خار میں مصرع اس طرح ہے: کیا جانیے کہ مجھ سے ہوا آہ کیا گناہ! شیفتہ نے اس غزل کا ایک اور شعر بھی درج کیا ہے "... کہنے لگا گناہ"۔ گویا یہ غزل ردیف

۵۔ "یا" کی ہے۔ اور یہی دیوان میں بھی ہے۔

۶۔ نغز، عمدہ، دیوان: نالے

۷۔ سرور: کہہ دو عیسیٰ کو کوئی، دیوان: کہہ دے عیسیٰ سے کوئی۔ دِلّی وہ جا ہے، حضرت!

۸۔ سرور: کیا جاتے ۹۔ دیوان: کسی

احسن ص ۲۳

۱۔ علی لطف نے لکھا ہے کہ اس وقت (۱۲۱۵ھ) وہ نواب سرفراز الدولہ کی ملازمت میں لکھنؤ میں تھا (گلشن ہند: ۳۲)

۲۔

۳۔ مخزنِ نکات، نغز: حسن قلی، عیار الشعرا، بے خار، ہندی: احسن علی

۴۔ نغز، منتخبہ: پہلے میر ضیا کے شاگرد تھے، پھر سودا سے اصلاح لینے لگے۔

نواب شجاع الدولہ (ف ۱۱۸۸ھ) اور نواب آصف الدولہ (ف ۱۲۱۲ھ) دونوں

۵۔ احسن کے مربّی تھے۔

دیوان کا شاہ کمال نے ذکر کیا ہے، لیکن لکھتا ہے کہ نظر سے نہیں گزرا (مجمع الانتخاب: ۱۶، نسخہ، انجمن ترقی اردو، علی گڑھ) میر حسن اور علی لطف نے علی الترتیب پچاس اور بیس شعر نقل کیے ہیں۔ ظاہرا دیوان کا کوئی نسخہ ان دونوں کے پیش نظر رہا ہے۔ ناصر لکھنوی نے ان کے دو دواوین کا ذکر کیا ہے۔ دیوان کا ایک اچھا نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ کے کتاب خانے میں

ہے۔ شیفتہ نے ان کے حُسنِ خط کا بھی ذکر کیا ہے۔

اسد ص ۲۳

۱۔ سالِ وفات معلوم نہیں "تذکرۂ عشقی میں ہے: بالفعل بسمتِ بنگالہ استقامت دارد۔ لیکن سرور اور قاسم جب اپنے تذکرے لکھ رہے تھے، وہ وفات پا چکے تھے۔ مصحفی تذکرۂ ہندی میں لکھتے ہیں کہ، پورب جانا چاہتے تھے، لیکن وہاں پہنچنے نہیں پائے تھے کہ راستے میں سرائے بانگر مئو میں "ہنگامِ شب بر دستِ دزداں" تقریباً پچاس سال کی عمر میں مقتول ہوئے۔ اگرچہ ہندی میں "بانگرمتو" ہے، لیکن یہ بانگرمؤ ہوگا جو ضلع اناؤ کا ایک قصبہ ہے، اور دلی سے لکھنؤ جانے میں یہاں قیام ممکن ہے۔ نغز میں ہے کہ چندے نواب افضل خاں (از بنی اعمام نواب نجیب الدولہ) کے ملازم رہے۔ جب یہ ملازمت جاتی رہی تو تلاشِ روزگار میں لکھنؤ گئے اور وہیں انتقال کیا۔ ان سب میں مصحفی کا بیان درست معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ ہندی: دیوانے ضخیم ترتیب دادہ، در قصائد و غزل و مثنوی ماہر، خصوصاً مثنوی گنجفہ را لبسیار بہ تلاش گفتہ

۳۔ نغز: یہ (نہ بہتر ہے) ۴۔ بے خار: بس

۵۔ نغز: کافر ہوں وہاں اگرچہ خدا کا بھی ڈر کروں

آشفتہ ص ۲۳

۱۔ سالِ وفات معلوم نہیں۔ علی لطف لکھتے ہیں: بالفعل کہ ۱۲۱۵ھ ہیں بہ عزت تمام کلکتہ میں بسر کرتے ہیں (گلشنِ ہند: ۶۱) حیدری جب اپنا تذکرہ مرتب کر رہے تھے تو وہ زندہ تھے۔ (گلشنِ ہند: ۳۸) اس تذکرے کی ترتیب ۱۲۱۴ھ میں شروع ہوئی اور حیدری کم ازکم ۱۲۱۷ھ تک اس پر نظرِ ثانی کرتے رہے۔ لیکن تذکرۂ عشقی کی تکمیل کے وقت وہ فوت ہو چکے تھے۔ عشقی مقامِ وفات مظفر پور (بہار) بتاتے ہیں (تذکرۂ عشقی: ۵۰)، بینی نراین لکھتے ہیں لکھنؤ آکر رحلت کی اور وہیں دفن ہوئے (دیوانِ جہاں: ۱۷)

۲۔ ہندی: ضیا قلی، نغز: رضا قلی بیگ۔ در فن طبابت دستے دارد۔

۳- ہندی: درایامے کہ فقیر از شاہجہاں آباد در لکھنو آمدہ، اول طرحِ مشاعرہ اُو انداختہ
نغز: چندے در لکھنو طرحِ مشاعرہ بہ خانۂ خود انداختہ۔

۴- صاحبِ دیوان تھے (گلشنِ ہند: ۶۱)

۵- نغز: ادن - ہندی: لڑتے تو رات اس سے میں غصہ میں لڑلیا۔

۶- نغز: کو ۷- ہند: پر جب وہ اٹھ چلا

آشفتہ ص ۲۴

۱- طبقاتِ سخن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۲۱ھ میں زندہ تھے (یادگارِ شعرا: ۱۵) قاسم ان کے لیے دعائیہ کلمہ "سلمہ ربہ" لکھتے ہیں (مجموعۂ نغز: ۱/ ۳۷)

۲- نغز: عظیم الدین خاں عرف بھورے خاں

۳- حالات کے لیے دیکھیے - مخزنِ نکات: ۱۷۸، گلشنِ سخن: ۲۲۴، تذکرۂ ہندی: ۲۲۹
مجموعۂ نغز: ۲: ۱۵۱، عمدۂ منتخبہ: ۶۷۰، مجمع الانتخاب: ۱۲۹ (مرتبہ نثار احمد فاروقی)، تذکرۂ عشقی: ۲۳۳

۴- ہندی: "در ریختہ زبانے و بیانے پیدا کردہ دیوانے درست ساختہ" لیکن ظاہرا دیوان مصحفی کی نظر سے نہیں گزرا۔

۵- نغز: در مقطعِ ہر غزل رعایت للتخلص مضمونِ زلف بستن لازم گزیدہ

امین ص ۲۴

۱- اضافہ از نغز

۲- سَرور لکھتے ہیں: میر محمد امین، سیدے بود در بنارس، احوالِ اُو کماحقہ دریافتِ خاطر نیست۔
اس کے بعد یہی شعر دل سے کہہ دو... الخ دیا ہے (عمدۂ منتخبہ: ۱۱۳) نغز: گویند وے سید زادہ بود در بنارس۔

۳- نغز: شاگردِ میر غلام علی آزاد بلگرامی.. در آخر با ممالکِ جنوبیہ رختِ سفر کشیدہ، ہما بجا رحلِ اقامت انداخت۔

۴- تذکرۂ شوق: جی

۵۔ یہ شعر شوق کے تذکرے میں منسوب بہ مرزا جان تپش (طبقات الشعرا: ۴۰۸) اس کے برعکس قائم نے اسے سوز کی طرف منسوب کیا ہے (مجموعۂ نغز: ۳۲۵/۱)

انشا ص ۲۴

۱۔ انشا کی ولادت مرشد آباد میں عہد میر قاسم میں تقریباً ۱۱۶۹ھ میں ہوئی۔ سالِ وفات اگرچہ مصحفی کے قطعۂ تاریخ میں ۱۲۳۲ھ ہے لیکن غالباً ۱۲۳۳ھ ہی صحیح ہے۔

۲۔ ہندی: در ہر سہ زبان (عربی، فارسی، اردو) می گوید۔ تمنوی شیر و برنج درجواب نان و حلواءِ مولانا بہاءالدین آملی بسیار بہ صفا گفتہ۔

۳۔ کلیات کے نسخے کثرت سے ملتے ہیں، قدیم ترین مطبوعہ نسخہ وہ ہے جو محمد حسین آزاد کے اہتمام سے ان کے والد مولوی محمد باقر کے مطبع دہلی اردو اخبار میں ۸ رجب ۱۲۷۱/۲۳ مارچ ۱۸۵۵ء کو چھپ کر تیار ہوا۔ یہاں الہ آباد، ہندستانی اکیڈمی کے نسخے (کلام انشا مرتبۂ مرزا محمد عسکری) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۴۔ یہ شعر بلکہ اس زمین میں غزل ہی کلام انشا میں نہیں ہے۔ لیکن دیکھیے نغز: ۱: ۸۶

۵۔ کلامِ انشا: کسی ۶۔ کلامِ انشا: باہم

۷۔ کلامِ انشا: سوجھی۔

۸۔ کلامِ انشا: چند مدت کو فراقِ صنم و دیر تو ہے :: چلیے پھر کعبہ بھی ہو آدیں بھلا سیر تو ہے

۹۔ کلامِ انشا: تس پہ یہ مجھ سے پوچھنا۔

۱۰۔ کلامِ انشا: گر نازنیں کے کہنے سے مانا بُرا ہو کچھ، نغز: برا مانتے ہو تم۔

۱۱۔ کلامِ انشا: کو

اوباش ص ۲۵

۱۔ نغز: بجنوری۔۔ مشقِ سخن از۔۔ مصحفی نمودہ، ہندی: روزے ہمہ کلامِ خود را بنظرِ مولف (مصحفی) گزرانیدہ۔

۲۔ مصحفی نے ۱۲۰۹ھ کے لگ بھگ انھیں "جوان صلاحیت شعار" لکھا ہے۔ منتخبہ اور نغز کی ترتیب کے دوران میں وہ زندہ تھے۔ لیکن بے خار کی تالیف (تقریباً ۱۲۵۰ھ) سے پہلے وفات

پا چکے تھے ۳۔ ہندی، نغز: وہ ہمیں سے آنکھ

برکت ص ۲۵

۱۔ نغز: روزگارش بہ شاہجہاں آباد۔۔ در سرکارِ یکے از سرانِ فرنگ۔۔ کہ بہ نظامت۔۔ دہلی۔۔ سرافراز است بہ علاقۂ منشی گری۔۔ متعلق است۔

۲۔ خیر آباد میں ۱۲۴۴ھ میں وفات پائی (طبقات الشعرائے ہند: ۳۱۱)

۳۔ منتخبہ: کس طرح سے، طبقات الشعرائے ہند: کسی طرح سے۔

۴۔ اصل: "ٹھکانا" (تصحیف) نغز میں ٹھیک ٹھکانے ہی ہے۔

۵۔ نغز: ایک ہی دم کے لیے۔ ۶۔ نغز میں نو شعر کی پوری غزل ملتی ہے۔

بشیر ص ۲۶

۱۔ نغز: میر بشارۃ علی۔۔ از چندے بہ بلدۂ لکھنؤ سکونت داشت۔۔ تقدیر۔۔ وے را بہ مرشد آباد انداخت۔ در اثنائے مراجعت بوطن۔۔ بہ ہیضہ راہیِ ملکِ بقا گشت۔۔۔ جوانِ نیک نہاد بود۔ نغز اور منتخبہ کی ترتیب سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ کریم الدین لکھتے ہیں: ۱۲۰۴ھ میں موجود تھا (ص: ۲۸۴)

۲۔ ممنون (ف ۱۲۶۰ھ) کے حالات کے لیے، دیکھیے: ہندی: ۲۳۸، عشقی: ۲۶۷، نغز: ۲: ۲۱۲، منتخبہ ۶۴۴، انتخاب دواوین (صہبائی): ۱۷۸-۱۷۹)

۳۔ نغز: پیے

بقا ص ۲۶

۱۔ سالِ وفات علی لطف نے (گلشنِ ہند) ۱۲۰۶ھ لکھا ہے، ہندی اور عشقی کی ترتیب کے دوران میں وہ زندہ تھے۔ اور روزِ روشن میں لکھا ہے کہ وہ ۱۲۲۰ھ تک زندہ تھے۔

۲۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کا نام محمد بقا لکھا ہے مثلاً شاہ محمد کمال: (مجمع الانتخاب ورق ۶۰۔۔ نسخۂ انجمن)، گلشن ہند (لطف)، ۷۰، عشقی: ۹۲

۳۔ نغز: شعرِ فارسی بہ اصلاح مرزا محمد فاخر مکین رسانیدہ و اشعارِ ریختہ از نظرِ شیخ ظہور الدین حاتم گزرانیدہ

۴۔ دستور الفصاحت [ص ۸۰-۸۱] سے ان کا قیامِ بنگالہ بھی ثابت ہوتا ہے، بلکہ اُن کے بیان کے مطابق وفات بھی وہیں ہوئی۔

۵۔ ہندی، نغز، عشقی اور بعض دوسرے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بقا لکھنؤ میں مقیم تھا اور میر و میرزا سے مہاجات وہیں ہوئی تھی۔ میر کے دیوان میں ایک معاصر شاعر کی ہجو موجود ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے: سنیے اے اہلِ سخن! بعد از سلام: چھیڑتا ہے مجھ کو ایک تخمِ حرام

۶۔ شوق لکھتا ہے کہ بقا کا دیوان ہندی مرتب ہے لیکن اسے خود دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ (طبقات الشعرا: ۲۹۷) اب شائع ہوگیا ہے (دلی ۱۹۶۹ء)

۷۔ نغز: اب جنوں

۸۔ اصل میں صرف پہلا مصرع درج ہے، مصرعہ ثانی دیوانِ بقا سے لیا گیا ہے۔ منتخبہ [ص ۱۳۰] اور نغز [ص ۱۰۸] میں بھی اسی طرح ہے۔

۹۔ دیوان (نیز بے خار): دیکھا آئینہ جو کہتا ہے کہ 'اللہ رے میں'!

۱۰۔ بے خار: اُس کا ۱۱۔ دیوان: اس کو میں دیکھنے والا۔

۱۲۔ دیوان، نغز: کی

۱۳۔ اصل رنگِ حنائی (نیز بے خار)، دیوان: "حنا ہی جانے" ہے اور یہی صحیح ہے کہ اس غزل کے اور اشعار بلا ہی جانے، خدا ہی جانے، ہیں۔

۱۴۔ ہندی: ترے تلووں کی ۱۵۔ دیوان: رخ اس کا صفا ترے کفِ پا کی نرہا ہے

بیدار ص ۲۷

۱۔ سالِ وفات ۱۲۰۹ھ۔ نغز: مدتے در سرائے عرباں (دلی) رخت اقامت افگندہ بہ وطنِ اصلی مراجعت نمودہ۔ ہمانجا برحمتِ حق پیوست۔

۲۔ ہندی: میر محمد علی نام ۔۔ بہ میر محمدی مشہور۔

۳۔ نغز: نسبتِ ارادت بشاہ عبدالستار مرحوم ۔۔ در آخر با استکساب ۔۔ از مولانا محمد فخر الدین ۔۔ نمود۔ اکمل التاریخ [ص ۱۲۸]: بڑے صاحبزادہ شیخ عین الدین فریدی بدایونی کے۔ از اولاد ۔۔ خواجہ سلیم چشتی۔ دہلی میں تکمیلِ علوم ۔۔۔ کرکے ۔۔ اکبر آباد میں سجادۂ شیخ سلیم چشتی کو رونق

بخشی... دیوان فارسی دارد و مرتب.. بمقام آگرہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۲۱۰ھ کو وصال ہوا... مزار..
قریب اکبری مسجد.. تاریخ... آں ہادیِ آفاق بحق واصل گشت
دیوان فارسی دارد در (یکجا) مرتبہ محوی صدیقی مدراس یونیورسٹی کی طرف سے چھپ چکا ہے
(۱۹۳۶ء) ہندستانی اکاڈمی، الہ آباد نے صرف اردو دیوان مرتبہ جلیل قدوائی شائع
کیا ہے۔

۴- فراق تخلص کرتے تھے، فارسی زبان کے شاعر تھے۔ وفات قبل از ۱۱۶۱ھ۔ عشقی نے اردو کا ایک
شعر اُن کا درج کیا ہے (تذکرۂ عشقی: ۱۳۹) نغز کے مطابق، بیدار فارسی میں فراق کے
اور ریختہ میں درد کے شاگرد تھے اور شاہ حاتم سے بھی اصلاح لیتے تھے۔

۵- اصل: جان (تصحیح از دیوان)

۶- مطابق مجموعۂ نغز- دیوان اور تذکرۂ شوق میں: لب تک آئیاں

۷- یہ شعر سرور نے میر محمدی بیدار کے ایک شاگرد رشیدا کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔
(منتخبہ: ۳۶۹) لیکن وہ پہلے اسے بیدار کے نام بھی لکھ آئے ہیں [ص ۱۴۶]، شعر بیدار کا ہے
اور اُن کے دیوان میں موجود ہے۔

۸- دیوان: دل آتش

۹- ہندی، نغز، منتخبہ: خطر (حذر بہتر ہے)

بیان ص ۲۷

۱- ہندی: خواجہ احسن الدین خاں (اور یہی صحیح ہے)

۲- نغز: در اصل از خطۂ کشمیر... از چندے بہ حیدر آباد در سرکارِ ناظم آں بلاد (در سرکار نظام علی
خاں) ملازم بود- وفات: ۱۲۱۳ھ

۳- نغز: در مثنوی خود مسمی بہ چنگ نامہ (چیک نامہ)، دادِ شاعری دادہ۔

۴- دیوان کے نسخوں کے لیے دیکھیے حواشی تذکرۂ حیدری: ۸۰

۵- انتخابی اشعار میں سے ۲، ۳، اور ۷، دیوان مخطوطہ علی گڑھ میں نہیں ہیں۔

۶- دیوان بیان (مخطوطہ علی گڑھ)، جادو تھی، بحر یابلا تھی، تذکرۂ حیدری: جادو تھی کہ،

ہندی، نغز: سحر تھی۔

۷۔ متن مطابق دیوان، لیکن مخزنِ نکات: پیارے وہ تری

۸۔ مخزن، ہندی، نغز، دیوان: مت آئیو اے وعدہ فراموش تو اب بھی

۹۔ ہندی، دیوان: اک بے خلل سی جا ہو

۱۰۔ ہندی: جاتا ہے ۱۱۔ ہندی: بولیے

بیتاب ص ۲۸

۱۔ اصل: اعظم لیکن قائم نے نام محمد علیم الدین (مجموعۂ نغز: ۱/۱۲۸) میر حسن نے علیم اللہ (تذکرۂ حسن: ۳۱) علی ابراہیم خاں (گلزار: ۰۰) اور سرور نے محمد علیم لکھا ہے (تذکرہ سرور: ۴۷) اور یہی صحیح ہے جیسا کہ انھوں نے خود اپنی ایک تصنیف میں لکھا ہے جس کا ایک نسخہ کتاب خانہ خدا بخش میں محفوظ ہے (حواشی تذکرۂ ابن طوفان: ۵۱) اعظم، علیم کی خرابی ہے۔

بیتاب ص ۲۸

۱۔ اصل: سیوک رام: لیکن ان کے نام میں اختلاف ہے۔ سیوک رائے: ریاض الفصحا: ۴۸ شوق (تذکرہ: ۳۳۷) اور قائم نے سنتوک رائے نام لکھا ہے (مخزن نکات: ۱۹۴) اور یہی صحیح ہے۔ قائم چونکہ اُن سے ذاتی طور پر واقف تھے، اس لیے اُن کا بیان زیادہ معتبر ہے: "با فقیر قدیم دوستی دارد و شعر خود نیز از نظر ہیچمداں می گزراند"۔ کاتب نے غالباً سنتوک رائے ہی لکھنا چاہا تھا۔

۲۔ سالِ وفات معلوم نہیں لیکن تذکرۂ شوق کی ترتیب کے زمانے میں (۱۱۸۸ھ کے لگ بھگ) وہ چاند پور میں مقیم تھے (معاصر: ۲/۲۶) اور گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہے تھے (تذکرۂ شوق: ۳۳۷)۔ مجموعۂ نغز: بہندوے مطبع الاسلام

۳۔ شوق نے مختصر دیوان کا ذکر کیا ہے، جواب ناپید ہے "دیوان مختصر ریختہ ترتیب دادہ" جناب قاضی عبد الودود نے مختلف تذکروں سے اُن کے ۸ شعر جمع کر کے رسالۂ معاصر (۲۶:۲) میں چھاپ دیے ہیں۔

پروانہ ص ۲۸

۱- ہندی: عرف کاکاجی۔ ناسخ کے ایک قطعے سے پروانہ کا سالِ وفات ۱۲۲۸ مستخرج ہوتا ہے۔ (کلیاتِ ناسخ: ۲۹۵، طبع مولائی لکھنؤ، اشپرنگر: فہرست کتاب خانہ شاہانِ اودھ۔ اور نساخ (سخن شعرا: ۸۰) نے بھی یہی لکھا ہے۔ سری رام کا سالِ وفات ۱۸۵۱ بتانا ٹھیک نہیں ہے (خم خانۂ جاوید ۲: ۱۰) خواجہ عشرت لکھنوی سالِ وفات ۱۸۴۵ بتاتے ہیں (ہندو شعرا: ۳۲) یہ بھی صحیح نہیں۔

۲- مصحفی نے ہندی میں اچھا مفصل ترجمہ دیا ہے۔

نغز: در فارسی ... شاگردِ سرب سکھ دیوانہ ... در فنِ ریختہ گوئی اول تلمذ... محمد تقی میر... و ازاں پس بہ میر حسن صاحب مثنوی بدرِ منیر ... و در آخرہا ... بہ غلام ہمدانی مصحفی توسل جُستہ۔

۳- احمد علی یکتا نے ان کے دیوان کا ذکر کیا ہے (دستور: ۱۱۱) دیوان کا ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتاب خانے میں موجود ہے۔

تاباں ص ۲۸

۱- علی لطف نے تاباں کو سودا کا شاگرد لکھا ہے لیکن یہ بے سند ہے۔ احمد علی یکتا نے انھیں شاہ حاتم اور بہ تحقیقِ بعض محمد علی حشمت کا شاگرد لکھا ہے (دستور الفصاحت: ۶۱) گلشنِ گفتار (ص ۴۱): از ہم مجلسانِ میرزا جانِ جاناں۔ حاتم کے دیوان زادہ میں یہ شعر ملتا ہے:

ریختہ کے فن میں ہیں شاگرد حاتم کے بہت
پر توجہ دل کی ہے سرکن تاباں کی طرف

عبدالحق لکھتے ہیں' حاتم نے دیوان کے دیباچے میں جہاں اپنے شاگردوں کے نام لکھے ہیں' اس فہرست میں تاباں کا نام بھی شریک ہے (مقدمہ دیوانِ تاباں صفحہ ب) دیوان زادے کے مروجہ نسخوں کے دیباچے' حاتم کے شاگردوں کے ذکر سے خالی ہیں' لیکن قاسم نے ایک ایسے نسخے کی نشاندہی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

تلامذۂ بسیار داشت۔ در دیباچۂ دیوانِ خود بچنیں بر نخ کے از شاگردانِ خود برشتۂ تحریر کشیدہ (مجموعۂ نغز ا: ۱۸۰) مولوی عبدالحق کا ماخذ معلوم نہیں۔ خود دیوانِ تاباں میں شاگردیِ حاتم کا ذکر موجود ہے۔

اور ہی رتبہ ہوا ہے تب سے اس کے شعر کا
جب سے حاتم نے توجہ کی ہے تاباں کی طرف

غالباً تاباں ابتدا میں حاتم کے شاگرد تھے، بعد کو محمد علی حشمت (ف ۱۱۶۱ھ) کے شاگرد ہوئے۔ نکات الشعرا اور مجموعۂ نغز سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ دیوانِ تاباں کی داخلی شہادت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (دیکھیے "مثنوی در مدحِ استادِ خود حشمت") دیوان: ۲۵۸) اس میں شاگردیِ حشمت کا اعتراف موجود ہے۔ ہندی میں بھی شاگردی حشمت کا ذکر ملتا ہے۔

۲۔ عبدالحق نے تاباں کا سال وفات ۱۱۶۱ھ اور ۱۱۶۵ھ کے درمیان متعین کیا ہے اور یہ صحیح ہے (مقدمۂ دیوان: د)

۳۔ دیوان: لے میری خبر   مجموعۂ نغز: ہے، میاں

۵۔ دیوان: کہتے ہیں، اثر ہے رونے میں، یہ ہیں باتیں۔

۶۔ دیوان: گئی

تاب   ص ۲۹

۱۔ اصل: تائب، تذکرۂ سرور اور تذکرۂ ذکا میں بھی "تائب"

۲۔ منتخبہ: اصلش از کشمیر

۳۔ ان میں سے دوسرا، تیسرا اور چوتھا شعر خود مفتی صدرالدین آزردہ کی طرف منسوب ہیں (گلشن ہمیشہ بہار: ۵۳)، لیکن یہاں آزردہ خود ان اشعار کا خالق اپنے ایک شاگرد کو بتاتے ہیں۔ شعر ۲ گلشن ہمیشہ بہار (ص ۹۲)، گلشن بے خار (ص ۳۹) تذکرۂ کریم الدین (ص ۴۰۶)، اور سخن شعرا (ص ۸۰) میں تاب کی طرف منسوب ہے۔ ان تذکروں میں اس زمین کا ایک اور شعر: خو ہوتی ہمیشہ سے تمھاری اگر ایسی   تو کاہے کو بنتی مری، اے فتنہ گر ایسی

بھی تاب کی طرف منسوب ہے۔ یہ شعر گنجِ شایگاں مؤلفہ سید الطاف حسین کاظم علوی، (لاہور، ۱۸۹۳) میں آزردہ کی طرف منسوب ہے۔ مولوی عبدالقادر خاں چیف، وقائع عبدالقادر خانی میں لکھتے ہیں:

جس وقت بندہ نے ان کو دیکھا تھا ان کی توجہ اشعار ریختہ و فارسی کی طرف مطالعۂ کتبِ علمیہ سے زیادہ تھی: .... ان کا یہ شعر مجھے یاد ہے:

یا تنگ نہ کر، ناصحِ ناداں! مجھے اتنا
یا مجھ کو دکھا دے دہن ایسا، کمر ایسی

ایک دوسرے شخص کی زبان سے ایک شعر اسی غزل کا سنا، جو خود کی طرف نسبت کرتا تھا:

مکھڑا وہ بلا، زلفِ سیہ فام وہ کافر!
کیا خاک جیے جس کی شب ایسی، سحر ایسی

میری رائے میں یہ دونوں شعر ایک ہی شخص کا کلام نہ ہوں، مگر دوسرے کے منہ پر ہاتھ نہیں رکھا جاسکتا۔ (علم و عمل ۱: ۲۷۵)

۴۔ گلشنِ ہمیشہ بہار: غضب
۵۔ خمخانۂ جاوید، وقائع عبدالقادر خانی: یہ کافر
۶۔ گنجِ شایگاں: لاکے
۷۔ خمخانہ: بالیں پہ کھڑا روتا ہے، راتوں کو مسیحا

تجلی

ص ۲۹

۱۔ نام میں اختلاف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مضمون: تجلی دہلوی از مختار الدین احمد (دلّی کالج میگزین (میر نمبر): ۷۹۔ دہلی ۱۹۶۲ء)

۲۔ نغز: بعرب سرائے سکونت ورزیدہ.. تقدیرش بہ دیارِ شرقیہ رہنمونی نمودہ، ہمانجا داعیِ حق را اجابت فرمودہ... مثنوی لیلیٰ مجنوں.. خوش گفتہ " وفات قبل از ۱۲۲۱ھ)

۳۔ مصحفی، احمد علی یکتا اور شیفتہ نے ان کے ضخیم دیوان کا ذکر کیا ہے۔ نساخ کی نظر سے ان کا دیوان گزرا تھا۔ معلوم نہیں، یہ کس حد تک صحیح ہے۔ اب ایک مختصر دیوان ملتا ہے، اس کے نسخے بھی کمیاب ہیں۔ کتاب خانۂ آصفیہ حیدرآباد میں ایک نسخہ ہے، ایک نسخہ مصنف کی زندگی

کا لکھا ہوا، دکتوبہ ۱۹۷۰ء، پروفیسر مختار الدین احمد کے ذاتی کتاب خانے میں موجود ہے۔

۴۔ نغز: ایک   ۵۔ یہ شعر دیوانِ تجلی (نسخۂ مختار) میں نہیں ہے۔

۶۔ دیوان (قلمی) : ذرا آیا۔

۷۔ منسوب بہ عبدالحیٔ تاباں (منتخبہ: ۱۵۰)، لیکن یہ شعر نہ دیوانِ تاباں میں ہے، نہ قلمی دیوان (نسخۂ مختار) میں۔

تحیّر   ص ۳۰

۱۔ مجموعۂ نغز، سخن شعرا: غلام مصطفیٰ

۲۔ قاسم، شیفتہ، نصر اللہ خاں اور نساخ نے انھیں ثنار اللہ خاں فراق کا شاگرد لکھا ہے (مجموعۂ نغز: ۱۳۸، گلشن بے خار: ۴۱، گلشنِ ہمیشہ بہار: ۹۴، سخن شعرا: ۸۳)

تسلّی   ص ۳۰

۱۔ ان کے حالات میں ایک مفصل مضمون سید مسعود حسن رضوی ادیب کا ماہنامہ آج کل کے سالنامہ ۱۹۴۹ء (۱۵ راگست) میں شائع ہو چکا ہے۔ ولادت ۱۱۸۷ھ ۱۸۴۸ء/ ۱۲۶۴ھ تک زندہ تھے (کریم الدین: ۳۶۳)

۲۔ نغز: اصلش از قصبۂ اٹاوہ۔ ہندی: وطنِ بزرگانش موضع کرہل قریب بہ اٹاوہ۔

۳۔ ہندی: انھوں نے اساتذہ کے دواوین جمع کرکے ایک انتخاب تیار کیا تھا، جس کے لیے مصحفی نے بھی اپنے دو اردو کے اور ایک فارسی کا دیوان اور تذکرۂ فارسی بھیجے تھے اس انتخاب کا نام "مجموعۃ الشعرا" ہے، اور اس کا قلمی نسخہ لکھنؤ یونیورسٹی کے کتاب خانے میں ملتا ہے۔

۴۔ دراصل فارسی کے شاعر تھے اور اس میں استفادہ یکین سے کیا۔ (ہندی ونغز) اردو میں لے دے کے صرف ۸۵ شعر ملتے ہیں۔ اردو میں دس پندرہ غزلیں مصحفی کو ضرور دکھائی تھیں، لیکن ان کے باقاعدہ شاگرد نہیں تھے۔

۵۔ ہندی، نغز: لگی   ۶: ترے انتظار

۷۔ ہندی، نغز: اب بھی

تسکین ص ۳۰

۱- ریاض الفصحا: ۵۸، تذکرۂ ہندی: ۵۵، دستور: ۱۱۲ کے مطابق شاگردِ منّت۔ خوب چند ذکا: شاگردِ نظام الدین ممنون (یادگارِ شعرا: ۵۳) نیز دیکھیے دستور الفصاحت: ۹۲۔ نساخ نے انھیں قمر الدین منّت کے علاوہ احمد علی رسا کا بھی شاگرد بتایا ہے (سخن شعرا: ۸۵)

۲- مصحفی نے تذکرۂ ہندی (ص ۵۵) میں اُن کے صرف دو شعر لیے تھے۔ ریاض الفصحا کی ترتیب کے وقت وہ صاحبِ دیوان تھے (دراں روزہا اینقدر نشو ونمائی داشت، حالاں .... شعر را بہ مرتبۂ بلند رسانیدہ") اب مصحفی نے ان کے ۸۰ شعر درج کیے ہیں اور بظاہر دیوانِ تسکین اُن کے پیشِ نظر تھا۔ یکتا لکھتے ہیں کہ اس قدر کلام جمع ہے کہ دو دیوان مرتب ہو سکتے ہیں، بلکہ ممکن ہے اس ایک سال کی مدت میں دیوان جمع بھی کرلیا ہو (دستور: ۱۱۲) طبقات الشعرائے ہند کی تالیف (۱۸۴۷ء) تک زندہ تھے (ص ۳۶)

۳- ہندی: تو ہم سے وہ صنم، رکھتا ہے۔

۴- نغز: اور جو چپ رہیے۔

تصوّر ص ۳۰

۱- یہ صحیح نہیں، دیکھیے شاہ کمال (مجمع الانتخاب: ۷۰ نسخۂ فاروقی) مصحفی نے ان کا نام سید احسان حسین ولد سید حیدر حسین لکھا ہے (ہندی: ۵۴) طبقاتِ سخن میں بھی یہی نام ہے (یادگارِ شعرا: ۵۲) سرور نے سید حیدر حسین خاں لکھا ہے (منتخبہ: ۱۶۴)۔ آخر الذکر تذکروں میں ان کے باپ کا نام درج نہیں۔ غالباً قاسم اور سرور کو ان کے نام میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ نساخ نے لکھا ہے کہ بعض تذکروں میں اُن کے والد سید حیدر حسین خاں کا تخلص "تصور" لکھا ہے۔ (سخن شعرا: ۸۸) دیکھیے گلشن بے خار: ۴۲، تذکرہ کریم الدین: ۳۶۴ (نام حیدر علی لکھا ہے)۔ اشپرنگر نے سید احسان اللہ ولد حسین خاں لکھا ہے (یادگارِ شعرا: ۵۳) اشپرنگر کا ماخذ معلوم نہیں ہو سکا۔ نغز: سید حیدر علی از اولادِ کرام حضرت زید شہید، ہندی: از ساداتِ زیدیہ۔

۲- نغز: قصبۂ نیکو (ننکور)، ہندی: ہنکوڑ۔ ٹھیک ہنکوڑا ہے، جو لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ ہے، (حالات اور کلام ان تذکروں میں دیکھے جائیں: تذکرہ ہندی: ۵۴، تذکرہ سرور: ۱۶۴؛

مجموعۂ نغز: ۱/۱۴۱، مجمع الانتخاب: ۷۰ (بشمولہ تین تذکرے از شاہ احمد فاروقی): تذکرۂ شوق: ۶۵۶، گلشن بے خار: ۴۳، اور تذکرۂ کریم الدین: ۳۶۴)

۳۔ مصحفی نے ہندی (ص ۴۵) میں جس کا سالِ تکمیل ۱۲۰۹ھ ہے، ان کی عمر ۲۵ سال بتائی ہے۔ شاہ کمال مجمع الانتخاب (ص ۷۰) میں ان کے لیے دعائیہ کلمہ "حق تعالیٰ سلامت دارد" استعمال کرتے ہیں، قاسم صیغۂ حال میں ان کا ذکر کرتے ہیں (مجموعۂ نغز: ۱/۱۴۱) کریم الدین (ص ۳۶۴) کا لکھنے کا انداز ایسا ہے، جیسے وہ ۱۸۴۷ء میں زندہ ہوں۔ بہر حال ۱۲۲۱ کے لگ بھگ وہ ضرور زندہ تھے۔

۴۔ نغز: کریں، ہندی: رونا کہیں موقوف کریں۔

تعشق ص ۳۱

۱۔ تذکرۂ کریم الدین (جو ۱۸۴۷ء میں مکمل ہوا) میں ہے کہ وہ مدرسِ دوم مدرسۂ عربی دہلی میں ہیں (گلشن بے خار: بالفعل مدرس مدرسۂ انگریزی واقع شاہجہاں آباد) اور یہ کہ ان کی عمر ۷۰ سال کے قریب ہے۔ اشپرنگر لکھتا ہے: اِس وقت (۱۸۵۲ء میں) یہ دہلی کے کالج میں عربی کے پروفیسر ہیں اور اُن کی عمر تقریباً ۶۵ سال کی ہے (یادگار: ۵۴) اگرچہ عمر کے تخمینے میں کریم الدین اور اشپرنگر کا اتفاق نہیں ہے، لیکن ظاہر ہے کہ وہ ۱۸۵۲ء تک زندہ تھے۔

۲۔ حافظ میر عزت اللہ عشق، حکیم قدرت اللہ خاں قاسم (مؤلف مجموعۂ نغز) کے بیٹے، دیکھیے آگے نمبر: ۸۰

۳۔ "کتابے در حالِ فتح غزنی عجبے نوشتہ است" (گلشن ہمیشہ بہار: ۹۲) دیوان مرتب ہوا تھا یا نہیں اس سے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملتی۔

تنہا ص ۳۱

۱۔ ہندی: وطنِ بزرگانش شاہجہان آباد، خودش در لکھنؤ تولد یافتہ۔ نغز: نیاگانش از خاکِ پاکِ . . . دہلی بودند۔

۲۔ ہندی: شوقِ مرثیہ خوانی وگفتنِ سلام ہم دارد و روزگار در فرقۂ سپاہ گری بسر می نماید۔ تذکرۂ ہندی کی ترتیب کے وقت مصحفی نے اُن کی عمر ۲۷ سال بتائی ہے (انجام تذکرہ ۱۲۰۹ھ)

بقول قاضی عبدالودود صاحب سالِ وفات ۱۲۲۲ھ (معاصر ۲/ ۲۲)

۳- نغز میں "پر" نہیں ہے۔ ہندی؛ آئے تو دلے۔

۴- ہندی: میں کتنا کہا

ثابت ص ۳۱

۱- گلشنِ بےخار (ص ۴۵) اور تذکرۂ کریم الدین (ص ۲۹۰) میں نام اجابت خاں لکھا ہے، گلستانِ بےخزاں (ص ۵۹) اجابت علی خاں جو یقین ہے کہ ناسخوں کی تحریف ہے۔

۲- دیکھیے نیچے نمبر ۸۹

۳- سالِ وفات مطابق تذکرۂ عشقی (ص ۱۱۲) ۱۲۰۸ھ۔ اشپرنگر نے عشقی کے حوالے سے وفات ۱۲۱۰ھ کی لکھی ہے (یادگار: ۵۷)

۴- نغز: آنکھ

ثنا ص ۳۱

۱- مجموعۂ نغز کی ترتیب کے وقت یعنی ۱۲۲۱ کے لگ بھگ زندہ تھے۔

۲- ان کے ذکر سے شعراء کے تذکرے خالی ہیں، قاسم نے ثنا کے ترجمے میں استطراداً صرف اس قدر لکھا ہے "شاہ مشتاق طلب کہ ازاں دیار (عظیم آباد مراد ہے) مشہور و معروف است" (نغز: ۱: ۱۵۳) عظیم آبادی تذکرہ نگار بھی اس کے متعلق خاموش ہیں۔ تذکرۂ عشقی (ص ۲۴۹) سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نام مشتاق علی تھا اور میر ہدایت علی مائل عظیم آبادی بھی اُن کے شاگرد تھے۔

ہندی، نغز: ہے۔

جرأت ص ۳۲

۱- (الف) یحیٰ مان یا یحیٰ امان، بقولِ مصحفی اُن کا آبائی نام تھا" بدیں جہت کہ خود را از اولادِ بچے رائے مان می گوید" خود جرأت کا ایک شعر ہے:

جرأت کہے تھا کل وہ کسی سے یہ الامان!

جیتا رکھوں نہ، مجھ کو جو یحیٰ اماں ملے

دکلیات : ۳۳۶)

(ب) ہندی، نغز : مشقِ سخن در ابتدا از میاں جعفر علی خاں حسرت نمودہ۔

(ج) بعض لوگوں نے تاریخِ وفات ۱۲۲۴ھ لکھی ہے اور اسی کے مطابق تاریخیں بھی نکالی ہیں۔ دوسرے ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ء) کے حق میں ہیں، مثلاً ناسخ کے قطعہ تاریخ کا آخری مصرع ہے: ہائے ہندستان کا شاعر مُوا (۱۲۲۵) لیکن ۱۲۲۴ھ قابلِ ترجیح ہے۔ اس سلسلے میں دیکھیے اردو سہ ماہی (جولائی ۱۹۳۷ء) نیز تذکرۂ کریم الدین : دیوان مہجور: گیا جنت میں جرأت، آہ، ہے ہے" (۱۲۲۴) تاریخ گو ایک کی کمی بیشی کا خیال نہیں کرتے۔

۲- مصحفی : حیف کہ بخشش در عینِ جوانی بہ یک ناگاہ نابینا شدہ (ہندی : ۶۳) ۱۹ برس کی عمر میں چیچک کے عارضے سے ان کی بصارت زائل ہوئی (سخن شعرا : ۱۰۲) نساخ کا ذریعۂ اطلاع معلوم نہیں، دہلی کے ایک شہزادے اظفری ۱۲۰۴ھ میں لکھنؤ گئے تھے اور ۱۲۱۱ھ تک وہاں رہے، وہ جرأت کو "نوجوان نابینا شاعر" لکھتے ہیں (واقعاتِ اظفری ص ۸۵)

۳- شیفتہ : چوں از قوانینِ ایں فن بہرہ نداشتہ نغمائے خارج از آہنگ می سرودہ، و آوازہ اش چوں طبل دور تر رفتہ، ازانست کہ پذیرائیِ خاطر و گوارائے طبعِ اوباش و الواط حرف می زدہ۔" (گلشن بے خار : ۴۷)

۴- کلیات جرأت سے متعلق تذکرۂ حیدری (ص ۴۷) کے حواشی پر یہ اضافہ کیجیے۔ کلیات کا ایک اڈیشن ڈاکٹر نورالحسن نقوی نے علی گڑھ میں چھاپا ہے۔ پروفیسر اقتدا حسن کلیات مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور سے شائع کرنے کے علاوہ اسے بڑے اہتمام سے نیپلز (اطالیہ) یونیورسٹی سے بھی شائع کر رہے ہیں۔ اس کی جلد اول (دیوانِ غزلیات) بڑی تقطیع کے ۶۰۰ صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔

۵- کلیات : اب گھر کو ۶- ایضاً : میرا

۷- ایضاً : ہٹ کر ۸- ایضاً : اس کی

۹۔ کلیات: وائے ۱۰ ایضاً: جاتی

۱۱۔ ایضاً: یہ حالت ہے مری، در پہ نہ جب تک تو نکل آئے

۱۲۔ ایضاً: تو ۱۳۔ ایضاً: طرفہ داہ

۱۴۔ ایضاً: مجھ کو (کلیات میں پوری غزل اسی ردیف (مجھ کو) میں ہے)

۱۵۔ ایضاً: ہمسایے۔ نغز: جب کہ ہمسایہ میں سنتے ہیں تمھیں آئے ہوئے

۱۶۔ کلیات: آج بھی اس کے جو آنے کی نہ ٹھہرے گی، تو بس

۱۷۔ کلیات: نہیں پر ۱۸۔ ایضاً: وہ یہ چاہے ہے کہ اس . . . .

۱۹۔ ایضاً: اس کا ڈر جا کر یہ . . . ۲۰۔ ایضاً: ہٹھ

۲۱ ایضاً: ہٹ کے ۲۲۔ ایضاً: یاد اس سے بدے ہم نے بہ منت کی بوسے

۲۳۔ ایضاً: جو وہ بیزار ہے ۲۴۔ ایضاً: ٹک اک وضع پر

۲۵۔ ایضاً: لیک سچ تو یہ ہے، وہ روٹھے، مجھ سے پرے

۲۶۔ ایضاً: دل مرے ۲۷۔ ایضاً: بیدردوں

۲۸۔ ایضاً: اس کے ۲۹۔ ایضاً: بیدرد

۳۰۔ ایضاً: جو ۳۱۔ ایضاً: یہ

۳۲۔ یہ غزل مطبوعہ کلیات میں نہیں ملی

۳۳۔ کلیات: عیاری تو دیکھو، نہ ملانے کے لیے آنکھ۔ دیوانہ کیا ہے ہمیں مشہور کسی نے

۳۴۔ ایضاً: در تک اب چھوڑ دیا گھر سے، ۳۵۔ ایضاً: در پر جو

۳۶۔ ایضاً: یہ دعا ہے ۳۷۔ ایضاً: اور وہ آنکھوں میں کہے

۳۸۔ ایضاً: جی میں

جعفری ص ۳۴

۱۔ گلشن بے خار: گذشتہ سال سفر حجاز سے واپسی کے موقع پر راہ میں وفات پائی۔ یہ تذکرہ ۱۲۴۸ھ میں شروع ہوا ۱۲۵۰ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ سخن شعرا: سفر حجاز سے پھرتے وقت ۳۰-۳۱ سال کا عرصہ ہوا، انتقال کیا۔ سخن شعرا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۱ کے اعداد نکلتے

ہیں. گویا ۱۲۴۹ - ۱۲۵۰ سالِ وفات ہے.

۲- ۱۱۵۶ھ - ۱۲۰۸ھ ۳- ہندی: متوفی ۱۲۶۰ھ

۴- منتخبہ: جی کو

۵- مطابق روایت سرور، لیکن مجموعۂ نغز میں: سینے ہیں (سیتے ہیں بہتر ہے)

۶- نغز: روز افزوں

جوہر ص ۴۴

۱- تذکرۂ میر حسن کی ترتیب (۱۱۸۹-۱۱۹۲ھ) سے پہلے خانہ جنگی میں مقتول ہو چکے تھے. حالات کے لیے دیکھیے: تذکرہ میر حسن: ۴۲، تذکرۂ عشقی: ۱۸۰، گلزار ابراہیم: ۹۹

۲- سرور اور قاسم کے پاس بھی کوئی مزید اطلاع نہیں. دونوں نے شعر بھی یہی ایک درج کیا ہے، جو یہاں مرقوم ہے. ۳- منتخبہ: گا ہے.

جوش ص ۴۴

۱- ہندی: جوانیست ورزش گیر. نغز: رحمو' دے شخصے بود عامی' از شاگردان مرزا فدوی بعد جلش می گفت کراز... مصحفی توسل جستہ ام- حال آں کہ مصحفی نے فدوی کا نام تک نہیں لیا در لبصراحت لکھا ہے: آخر آخر خود ہم چیزے موزوں کردن شروع نمودہ، برائے اصلاحِ آں بفقیر آوردہ.

۲- تذکرۂ ذکا: انھوں نے دو دیوان مرتب کیے' ایک ہزلیات کا' دوسرا غزلیات و رباعیات وغیرہ کا (یادگار: ۴۴) ۳- نغز: کیا کیا نہ

جہاندار ص ۴۳

شاہ عالم ثانی (۱۱۷۳-۱۲۲۱ھ) کے ولی عہد تھے. جہاندار کی پیدائش ۱۱۶۶ھ کے لگ بھگ قرار دینی چاہیے (مقدمۂ دیوان: ۱۲)' سالِ وفات علی لطف (گلشن ہند: ۹۰) اور شیفتہ (گلشن بے خار: ۴۵) نے ۱۲۰۱ھ لکھا ہے اور بیل نے ۲۵ شعبان ۱۲۰۲ھ' ڈاکٹر وحید قریشی اسی کو ترجیح دیتے ہیں (مقدمہ: ۳م)

مختصر دیوان لاہور سے ڈاکٹر وحید قریشی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے' یہ صرف ۹۵، اشعار

پر مشتمل ہے۔

۳- دیوان : تری یہ نت کی لڑائی، گلشنِ بے خار : تری ناحق کی لڑائی۔

حاتم ص ۲۵

۱- ہندی : تاریخ تولدش از.. ظہور (۱۱۱۱ھ).. عمدہ معاش... سپاہی پیشہ۔ مصحفی نے تاریخ وفات کہی : آہ، صد حیف شاہ حاتم مرد (۱۱۹۷)

۲- ہندی : دیوانِ قدیم خود را... افگندہ دیوانِ جدید بزبانِ ریختہ گویانِ حال ترتیب دادہ "دیوان زادہ" نامش گزاشتہ.. میر تقی میر.. اکثر اُو را در مشاعرہ بطریقِ ظرافت "واہ الشعرا" میگفت۔

۳- در دیباچۂ دیوان نام چہل و پنج کس از شاگردانِ خود بہ رشتۂ تحریر کشیدہ (مجموعۂ نغز، ا: ۱۸۰)

۴- قائم لکھتے ہیں : از انصاف گستریش چہ بر طرازم، استاد ہدایت می فرمودند کہ بارے از زبان آں استادِ دوراں شنیدہ ام کہ ایں مصرع می خواند :

رتبۂ شاگردیِ من نیست استادِ مرا

و می گفت کہ ایں در حقِ استادیِ من و شاگردیِ مرزا است (مجموعۂ نغز، ا: ۱۸۰)

۵- دیوان کی تفصیلات کے لیے دیکھیے حواشیِ تذکرۂ حیدری : ۵۱-۵۲- اس کے بعد لاہور سے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے دیوانِ حاتم کا انتخاب شائع کیا ہے۔

۶- قدرت اللہ شوق نے اس شعر کو شہاب الدین بے تاب سے منسوب کیا ہے (طبقات الشعرا: ۵۴) لیکن شعر دیوان زادہ (نسخۂ علی گڑھ : عبد السلام کلکشن : ۸۱-۳/۸ میں موجود ہے (ورق : ۱۹۱) اس پر لکھا ہے زمین طرحی ۱۱۶۸ھ

۷- دیوان زادہ : کس سے لڑائیاں ہیں، کس پر چڑھائیاں ہیں۔

۸- دیوان زادہ : نہ رہے۔

حجّام ص ۲۵

۱- ہندی : سہارن پور بوریہ

۲- حجّام کا سالِ وفات کسی مطبوعہ تذکرے میں نہیں ملا۔ تذکرۂ خیراتی لال بے جگر میں سال وفات

۱۲۰۳ھ درج ہے، وفات دہلی میں ہوئی، عمر ۳۵ سال سے متجاوز تھی، گویا سال ولادت
۱۱۶۸ھ کے لگ بھگ ہونا چاہیے۔ میر تقی میر نے انھیں کی ہجو میں نظم لکھی ہے "در مذمت آئینہ دار"

مو شگافوں کا نہیں ہے نام اب   مدعی شعر ہیں حجام اب

۳۔ ہندی، نغز: شاگردِ مرزا رفیع سودا ... دستِ بیعت بہ مولوی فخر الدین (دادہ)

۴۔ ہندی: ہے دل میں کہ اک روز اُن آنکھوں سے پوچھوں۔ نغز: کہ ان آنکھوں سے یہ پوچھوں

۵۔ ہندی: جیتے   ۶۔ نغز: ہم

حزیں   ص ۲۶

۱۔ محمد علی حزیں، وجودِ خارجی سے محروم ہے (اشتر و سوزن: ۲۴)، سرور (منتخبہ: ۲۱۶) اور شوق (طبقات: ۹۰) نے اس کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ دونوں غیر محتاط ہیں۔ قائم نے صرف ایک حزیں، میر محمد باقر کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے: اشعارے کہ ... اعظم الدولہ ... در تذکرۂ خود بنام محمد علی حزیں نوشتہ اند، از آں میر باقر حزیں است" (مجموعۂ نغز: ۱/۲۰۱) مرزا مظہر کے عہد میں حزیں تخلص کا صرف ایک شاعر گذرا ہے جس کا تعلق عظیم آباد سے رہا ہے اور اس کا ذکر عشقی اور شورش نے کیا ہے۔ (شورش: ۲۲۱، عشقی: ۲۲۲) آزردہ کا درج کردہ شعر تذکرۂ شورش: ۲۲۵، گلشن ہند (لطف): ۱۰۴، اور نغز: ۱/۲۰۲ میں میر باقر حزیں کے نام سے موجود ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہی شعر میر حسن نے ظہور (جوان محمد شاہی از سلکِ متوسطین بود، معلوم نیست کہ کجاست) کے نام سے درج کیا ہے۔ شورش (تلمیذ حزیں) کے ہاں دو دیوانوں کا ذکر ہے (دوسرا دیوان بجوابِ یقین)۔ شورش نے طویل انتخاب دیا ہے۔

میر باقر حزیں کی وفات عہد احمد شاہ (۱۱۶۱ - ۱۱۶۸ھ) میں ۱۱۶۶ھ سے پہلے ہوئی، اس لیے کہ تذکرۂ گردیزی (سالِ تالیف ۱۱۶۶) میں وفات کا ذکر موجود ہے۔

شورش: گئے

نغز: کچھ کٹی ہجر میں، کچھ وصل میں گریاں گزری۔ مجموعۂ نغز اور تذکرۂ شوق (مطبوعہ) میں:
گریاں گزری، پریشاں گزری (بیائے معروف)، لیکن صحیح بہ یائے مجہول ہے جو ہم نے متن

میں رکھا ہے، اس لیے کہ چمنستان شعرا [ص ۱۳۱] تذکرۂ گردیزی [ص ۴۴] اور تذکرۂ شورش (ص ۲۲۶) میں اس کے بعد دوسرا شعر ہے:

شانِ مجنوں کی کسی کی نہ رہی نظر دل میں
خیلِ آہو میں جو ہم چاک گریباں گزرے

حسن ص ۳۶

۱- متن: غلام حسین

۲- وفات ۱۱۹۶ اور ۱۱۹۸ کے درمیان واقع ہوئی ہو گی، حالات کے لیے دیکھیے 'میر ضاحک' از قاضی عبدالودود (علی گڑھ میگزین، ۵۳ ۱۹ء)

۳- ہندی: وطنِ بزرگانش ہرات۔

۴- نغز: در سید واڑہ، دہلی کہنہ تولدش واقع شد

۵- ہندی: شعرِ خود را از نظرِ میر ضیاالدین ضیا... می گذرانید۔ نغز: از سودا ہم استفادہ نمودہ۔

۶- تاریخِ وفات، عشرۂ محرم ۱۲۰۱ھ۔ مصحفی نے "شاعرِ شیریں زباں" سے تاریخ نکالی ہے۔ عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو گی (ہندی)

۷- کلیات کے لیے دیکھیے حواشی تذکرۂ حیدری: ۵۶

۸- مجموعۂ نغز: غیروں۔ شیرانی نے "وزن کے خیال سے تقدیم و تاخیر کر کے" لیے ساتھ غیروں کو آگئے" کر دیا ہے۔

۹- مجموعہ نغز: بات کرنی۔ یہی روایت تذکرۂ میر حسن کی ہے۔

۱۰- ہندی: میں حشر کو کیا روؤں۔

حسن ص ۳۶

۱- ولادت ۱۱۵۵ھ میں اور وفات دوشنبہ ۱۰ ذوالحجہ ۱۲۴۱ھ کو ہوئی۔ رستم نگر لکھنؤ میں مدفون ہوئے۔ گلدستۂ مودودی (طبع فرنگی محل لکھنؤ، ۱۹۲۷ء/۱۳۴۵ھ) میں ناسخ اور فقیر محمد خاں گویا کے قطعاتِ تاریخِ وفات درج ہیں۔ ناسخ نے "معراجِ تصوّف نہاں شد" سے تاریخ نکالی ہے۔ نزہۃ الخواطر (۷)، اور الانتفاع فی ذکرِ اہل الصلاح

مرتبہ شاہ حبیب حیدر کاکوروی (مطبوعہ لکھنؤ) میں بھی ان کا ذکر ہے (مکتوب مفتی محمد رضا انصاری بنام مرتب) جس وقت آزردہ، خواجہ حسن کا حال لکھ رہے تھے اس وقت وہ لکھنؤ میں مقیم تھے۔

۲۔ ابراہیم بندہ نام کسی تذکرے میں نظر سے نہیں گزرا۔ غالباً یہ بھی نبیرہ کی تصحیف اور کاتب کی تحریف ہے۔

۳۔ نغز: در علم موسیقی بسیار ماہر اند۔ ہندی: قدم در طلسم و شعبدہ بازی نیز می گزارد

۴۔ ہندی: پیش ازیں در بریلی اقامت داشت و بعد ازاں در فیض آباد، حالا در لکھنؤ، نواب وزیر و صاحب عالم بسیار عزت و حرمتش می کنند۔

۵۔ ہندی: مشورہ... در ابتدا به جعفر علی حسرت کردہ و نیز به قلندر بخش جرأت دوستی داشت، سرے به نسواں ہم دارد... و در مقطعِ ہر غزل آوردن لفظ بخشی را که نامِ محبوبۂ اوست، سکون بخشی می داند۔ ان کا دیوان، مصحفی، عشقی اور علی لطف کی نظر سے گزرا تھا۔ اب تک دیوان کے صرف ایک نسخہ کلکتہ کا علم تھا، اس کا دوسرا نسخہ راقم نے علی گڑھ میں تلاش کیا ہے، یہ میر حسن دہلوی (صاحب مثنوی) کا دیوان سمجھا جاتا رہا تھا اور فہرستِ کتاب خانہ میں بھی انھیں کے نام سے درج ہے۔ مصحفی نے دیوانِ ضخیم کا ذکر کیا ہے، علی گڑھ کا نسخہ ناقص الآخر ہے۔ سرور نے لکھا ہے: تصانیفش در جمیع علوم بسیار (عمدۂ منتخبہ: ۱۴۱) ان کی حسبِ ذیل تصانیف کا علم ہو سکا ہے:

(۱) لطائف اکبری (دو جلد) (قلمی) نسخہ مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی کے پاس ہے۔

(۲) نو جزو (۹)، کا فارسی مکتوب فنِ تصوف میں بنام نظام الدین احمد عرف خضر صاحب مکتوبہ ۱۲۲۰ھ، یہ بہ خطِ مصنف کاکوری میں محفوظ ہے۔

(۳) برہان البیت (عربی) اصطلاحاتِ نقشبندیہ میں۔ اس کا ایک نسخہ بھی کاکوری میں محفوظ ہے

(۴) مثنوی مولانا روم کے کچھ اشعار کی تضمین اور کچھ اردو غزلیں (کاکوری)

(۵) مثنوی ظہورِ عشق (فارسی)، شاہ ابراہیم ادہم کے عشق کا حال (۲ جزو) (کاکوری)

(۶) رسالہ در علمِ تکسیر (فارسی)

(۷) رسالہ در علم موسیقی (فارسی) یہ دونوں رسالے بخط مصنف، گلدستۂ مودودی کے مؤلف کے پاس تھے (از مکتوبِ مفتی محمد رضا انصاری بنام مرتب)

۶- یہ چاروں شعر دیوانِ خواجہ حسن مخطوطہ علی گڑھ میں موجود ہیں۔

حسرت ص ۳۷

۱- سالِ ولادت: ۱۱۵۰ھ تقریباً، سالِ وفات: ۱۲۰۶ھ (معاصر ۱: ۱۵۸) ہندی: خلف الصدق ابوالخیر عطار: آخر آخر چندے در سرکار.. مرزا جہاندار شاہ ہم عزو امتیاز داشت۔ چوں پدرش جہانِ فانی را پدرود کرد، نوکری صاحبِ عالم گزاشتہ خود بجائے پدر دکان نشیں گردید.. بایماے بزرگے خرقۂ درویشی پوشیدہ وترکِ لباس.. کردہ کنجِ عزلت اختیار نمود.. در قصیدہ وغزل یدِ طولیٰ دارد وخود مشورۂ شعر بہ رائے سرب سکھ دیوانہ کردہ، چوں الحال شانش مقتضیِ اقرار نمی شود، قدرے منحرف است۔

۲- عشق، شورش، قاسم اور علی لطف کے ہاں دیوان کا ذکر ہے۔ شاہ کمال کے پاس دو دیوان تھے، جن سے انھوں نے تیس صفحات کا طویل انتخاب اپنے تذکرے میں دیا ہے، مصحفی نے اگرچہ دیوان کا ذکر نہیں کیا، لیکن انتخاب کرتے وقت دیوان ان کے پیش نظر رہا ہو تو تعجب نہیں، نساخ کی نظر سے ان کا دیوان گزرا تھا (سخن شعرا: ۱۲۷) حسرت کا کلیات تین جگہ موجود ہے: برٹش میوزیم، لندن، رضا لائبریری، رامپور اور جلسۂ تہذیب لائبریری لکھنؤ۔ موخر الذکر نسخہ ۱۲۲۳ھ کا مکتوبہ ہے۔ کلیات حسرت، ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے ۱۹۶۶ء میں لکھنؤ سے شائع کر دیا ہے۔

۳- کلیاتِ حسرت دہلوی: یہ بھی اک ستم ہے کہ خواب میں ہمیں شکل اپنی دکھا گئے۔

۴- نغز: جو میں پوچھا

۵- ہندی: تڑپے

۶- نغز: کٹے

۶- کلیات: کے

۷- کلیات: جو

حیران ص ۳۷

۱- دوسرا تخلص شاداں تھا، جو انھوں نے راجا تکیت رائے کی فرمائش پر اختیار

کیا تھا (دستور الفصاحت : ۷۹)، ۲۔ نغز : میر حیدر علی شاد

۳۔ ہندی : از چندے در سرکارِ راجہ ٹکیت رائے در سواراں عزو امتیاز دارد۔

۴۔ بقول عرشی صاحب عہدِ آصف الدولہ میں بہار میں قتل ہوئے (دستور الفصاحت : ۷۹)، آصف الدولہ کا زمانہ ۱۲۱۲ھ میں ختم ہو جاتا ہے۔ تذکرۂ عشقی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ترتیب کے وقت لکھنؤ میں زندہ تھے [ص ۴۳۵]، علی لطف لکھتے ہیں : بالفعل ۱۲۱۵ سے مع رسالہ تنخواہ لکھنؤ میں پیتے ہیں اور دادِ عیش کی دیتے ہیں [ص ۱۰۹]، لیکن تذکرۂ سرور کے اندراج سے پہلے مقتول ہو چکے تھے۔ "در بہار از دستِ راجا دلپت سنگھ زخم برداشتہ در اجارا بکمانِ شجاعت راہی عدم گردہ، خود ہم از جہاں درگزشت (عمدۂ منتخبہ : ۲۱۷)۔ خوب چند ذکا بھی بہار میں ان کا قتل ہونا لکھتے ہیں، لیکن بینی نرائن جہاں نے لکھا ہے کہ لکھنؤ میں وفات پائی (دیوانِ جہاں : ۹۱)

۵۔ بعد کو برگشتہ ہو گئے اور کسی کی شاگردی کا اقرار نہیں کرتے تھے (دستور : ۷۹)

۶۔ حالات و اشعار کے لیے دیکھیے تذکرۂ حسن : ۷۰

۷۔ ہندی : کل جو حیراں کو میں دیکھا روتے، عشقی :

کل جو حیراں کو میں روتے دیکھا بن گئی دوکھنے کی گھات مری

شیرانی نے مصرعِ ثانی کی قرات تشکر ک بتائی ہے، لیکن "دوکھنے کی گھات" صحیح ہے مصحفی لکھتے ہیں :

پر مجھ کو مناسب نہیں اس بات کا کہنا سودا کے تئیں دوکھوں، میرا یہ دہاں ہے

۸۔ نغز : بات

حقیقت ص ۳۸

۱۔ اصل متن میں لفظ 'حقیقت' واضح نہیں ہے، بلکہ 'حیران' یا 'جوان' سا معلوم ہوتا ہے۔ مصحفی نے تذکرۂ ہندی [ص ۸۶] اور قاسم نے مجموعۂ نغز [ص ۲۱۹] میں تخلص حقیقت لکھا ہے۔ یہ تینوں شعر مجموعۂ نغز میں موجود ہیں۔ ہندی میں خاصا مفصل ترجمہ ملتا ہے، جو بہت دلچسپ ہے۔

۲۔ اگرچہ مصحفی اور بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے یہی نام لکھا ہے، لیکن صحیح میر حسین شاہ ہے،

جیسا کہ ان کی اپنی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۔ ان کی پیدائش بریلی میں ۱۱۸۶ھ میں ہوئی اور وفات بقولِ نسّاخ مدراس میں (سخن شعرا: ۱۳۶) سرور اور قاسم نے ان کا ذکر بصیغۂ حال کیا ہے، ظاہر ہے کہ آزردہ جب یہ ترجمہ لکھ رہے تھے، تو وہ زندہ تھے۔ سالِ وفات ۱۲۴۹ھ ہے جیسا کہ صنم کدۂ چین کے دیباچے میں، نیز تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا مؤلفۂ ناصر میں ہے۔ شیفتہ کا سالِ وفات ۱۲۶۰ بتانا ٹھیک نہیں ہے۔ حقیقت پر جو تفصیلی مضمون ڈاکٹر لطیف حسین ادیب نے معارف (جولائی، اگست ۱۹۶۸ء) میں لکھا ہے وہ ہمارے پیشِ نظر ہے۔

۴۔ دیوان کا ذکر نسّاخ نے کیا ہے۔ اس کے نسخے کم ملتے ہیں۔ ایک نسخہ کتاب خانۂ وزارتِ ہند، لندن میں محفوظ ہے، لیکن یہ نسخہ مکمل نہیں دوسرا نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتاب خانے میں ہے اور ایک کلکتے میں حقیقت آٹھ کتابوں کے مصنف تھے۔ تحفۃ العجم، خزینۃ الامثال، صنم کدۂ چین، مثنوی ہشت گلزار، مثنوی جذبِ عشق، تذکرۂ احبّا، ہفت نسخہ، مثنوی ہیرامن طوطا۔

۵۔ نغز: یوں

خلیق ص ۳۸

۱۔ اصل: حسن (سہو کاتب)۔ ولادت ۱۱۸۲ھ تقریباً، وفات ۱۲۶۰ھ (معاصر ۱: ۱۶۰)

۲۔ میر احسن، خلق جوانِ گرم اختلاط و باحیا، بہ امانی و فراست متّصف، طبع رنگین و فکرِ رسا دارد۔ اصلاحِ شعر از والدِ خود میر حسن مرحوم گزفتہ (منتخبہ: ۲۵۲)، نیز دیکھیے، تذکرۂ ہندی: ۸۹، مجموعۂ نغز، ۱: ۲۳۶، گلشنِ بے خار: ۶۶ - ۱۸۰۳ء تک زندہ تھے۔ (خمخانۂ جاوید، ۲: ۳۰)

۳۔ اپنے والد میر حسن کے بعد مصحفی سے اصلاح لی (ہندی: ۹۰)

۴۔ خلیق کی غزلیں بہت کم ملتی ہیں۔ جناب ذکی الحق صاحب استاد شعبۂ اردو، بہار نیشنل کالج، پٹنہ نے بہت کلام جمع کیا ہے۔ شاہ کمال نے اپنے تذکرے میں ان کے ۵، شعر درج کیے ہیں، ان کے بہت سے مراثی جناب پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب کے پاس موجود ہیں۔

۵۔ منتخبہ: سب دیکھنے کو آئے۔

خیال ص ۳۹

۱۔ اصل: غلام حسین خاں۔ آزردہ کی طرح اور لوگوں نے بھی غلام حسین لکھا ہے لیکن صحیح غلام حسن خاں ہے (عمدۂ منتخبہ: ۲۴۷ ؛ گلشن بے خار: ۶۷)

۲۔ قاسم نے ۱۲۲۱ھ کے لگ بھگ "بسیار جوانِ خلیق" لکھا ہے (مجموعۂ نغز: ۱: ۲۲۸)

۳۔ نوشتہ اند کہ دو دیوان دارد قریب بعد ہزار بیت (گلشن بے خار: ۶۷) غالب شیفتہ ہی کے تتبع میں نساخ لکھتے ہیں کہ ان کے فارسی شعر ایک لاکھ سے زائد ہوں گے (سخن شعرا: ۱۵۵) نیز بہار بے خزاں: دونوں بیان ناقابل یقین ہیں۔ بیشتر تذکرہ نگاران کا ذکر تک نہیں کرتے۔

۴۔ اصل میں کچھ اسی طرح پڑھا جاتا ہے۔ مجموعۂ نغز: یہاں طراوت دل پر خل کی ابھی تازی ہے وہاں مصرع اولیٰ میں بازی ہے۔

درد ص ۳۹

۱۔ ۱۱۳۳ — ۱۱۹۹ھ۔ ہندی: در عہدِ فردوس آرامگاہ سپاہی پیشہ بود۔ آخر آخر ترکِ روزگار کردہ بر سجادۂ درویشی نشستہ ۲۔ خواجہ محمد ناصر عندلیب (دفات ۲، ۱۱)

۳۔ ہندی: در علمِ موسیقی ہم مہارتِ تام داشت

۴۔ دیوانِ درد کی مختلف اشاعتوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے، حواشی تذکرۂ ابن طوفان (ص ۲۲)

۵۔ مصرع مطابق دیوان۔ ہندی: رہوں ہوں سیاہ پوش

۶۔ دیوان: مانع نہیں ہم ۷۔ ہندی: تماشا تری ہے

۸۔ دیوان: پھر دیکن دیوان کے بیشتر خطی نسخے مطابق متن)

۹۔ اصل: آرزو (تصحیح از دیوان درد) ۱۰۔ نغز، دیوان: ہماری نہ جا ابھی

۱۱۔ ایضاً: بچھڑیے ۱۲۔ دیوان: منہ پھیر لیں دُور

۱۳۔ دیوان: بیزار اگر مجھ سے ہو، مختار ہو، بہتر

۱۴۔ دیوان: سوزش ۱۵۔ نغز، دیوان: ہے دھونی، ہے سونی

۱۶۔ آندان: آخر کار، بعد کو، پیچھے۔ اب متروک ہے۔ آندان پڑتی ہے: بات جب آخر ہو جاتی ہے یعنی اس کا وقت نکل جاتا ہے۔

۱۷۔ دیوان: تب کہیں تیرے کان

۱۸۔ مخزنِ نکات، دیوان: کس کی نظر ہوئی کہ جو وہ بیمار ہو گیا (متعدد خطی نسخہ ہائے دیوان مطابق متن)

۱۹۔ دیوان: کچھ ہے خبر تجھے بھی: نیز کچھ بھی خبر تجھے ہے۔

دل ص ۴۰

۱۔ عمدۂ منتخبہ: دل تخلص، دیبی پرشاد۔ قوم کایت از ساکنانِ مرشد آباد (ص ۲۶۶) آزردہ لکھتے ہیں زیادہ از حالش اطلاع نیست، سرور کو بھی اس سے زائد حال معلوم نہیں، آزردہ کا انتخابی شعر بھی تذکرۂ سرور میں موجود ہے۔ یہی حال گلشنِ بے خار کا ہے جس کے ماخذ میں آزردہ کا تذکرہ بھی ہے۔ مجموعۂ نغز میں شاعر کا نام بینی پرشاد اور اُسے 'از سخن گویانِ عظیم آباد' لکھا ہے (۱: ۲۵۵) لیکن عظیم آبادی تذکرہ نگاروں (عشقی، جوشش، علی ابراہیم) کے تذکرے اس کے ذکر سے خالی ہیں۔

۲۔ عمدۂ منتخبہ: پیغام ہی نہ ہو، اور یہی صحیح ہے، اس غزل کا مطلع ہے۔

اس کا علاج کیا ہے آرام ہی نہ ہو
ہر دم سوا تڑپنے کے کچھ کام ہی نہ ہو

نیز دیکھیے گلشنِ بے خار: ۷۲

دل سوز ص ۴۱

۱۔ تپّل من مضافات علی گڑھ کے رہنے والے سپہ گری کے علاوہ موسیقی اور مصوری میں بھی ماہر (عیار الشعرا از ذکا)۔ نغز: رفیق ظفریاب فرنگی۔ وفات جے پور میں ہوئی (گلشنِ بے خار: ۷۲)، سالِ وفات ۱۲۲۵ھ (خمخانۂ جاوید، ۳: ۱۹۴)

۲۔ نغز: مشقِ سخن از حکیم ثناء اللہ خاں فراق میکرد۔ عیار الشعرا: نصیر سے اصلاح لی۔

۳۔ دیوان غالباً ترتیب نہ پا سکا، بیاض سعادت یار خاں رنگین (مملوکۂ راقم الحروف) میں دلسوز کی چند غزلیں موجود ہیں۔ میں نے ۴۴ شعر اپنے مضمون "خیراتی خاں دل سوز" (ہماری زبان، ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء) میں شائع کر دیے ہیں۔

۴۔ مجموعۂ نغز: وہ منہ زلفوں سے ڈھانپے ہے، تذکرہ سرور: ڈھانکے ہیں۔

۵- مجموعۂ نغز ۱ کہتے ہیں۔

ذوق ص ۸۱

۱- وفات : ۱۲۷۱ھ (آب حیات : ۴۷۵)

۲- دیوان زندگی میں مرتب نہیں ہوا۔ (گلشن بے خار : ۴۷)۔ سب سے پہلے کلام کا انتخاب نگارستانِ سخن میں چھپا، یہ انتخاب کس دیوان سے ہوا یا کس طرح، یہ نہیں کھلتا۔ صہبائی کے "انتخاب دواوینِ شعرائے مشہور زبانِ اردو" میں بھی انتخابِ ذوق موجود ہے [ص ۲۳۲۔۲۵۰] تاسی لکھتا ہے کہ ذوق کا دیوان بلکہ ان کا مؤلفہ ایک تذکرۂ شعرا بھی بوترو صاحب پرنسپل دہلی کالج کے پاس تھا۔ تاریخ ادبیاتِ ہندی و ہندوستانی، ۲ : ۳۲۹)

بظاہر یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اُن کی وفات (۱۲۷۱ھ) کے آٹھ سال بعد حافظ ویران نے پہلی مرتبہ اُن کا دیوان مرتب کر کے شائع کیا۔ یہ اڈیشن مختصر ہے اور سارے کلام پر مشتمل بھی نہیں، اور پھر یہ کہ اس میں کئی شعر سکندر، معروف اور منشی احسان اللہ محیر (شاگردان ذوق) کے ذوق سے منسوب ہو گئے ہیں۔ محمد حسین آزاد کا اڈیشن اگرچہ ضخیم ہے، لیکن یہ بھی مکمل اور مستند نہیں کہا جا سکتا، آزاد نے بقول شیرانی بہت سی غزلیں خود تصنیف کر کے اور انھیں استاد کے بچپن کا کلام کہہ کر دیوان میں داخل کر دی ہیں۔ اب یہ فیصلہ کرنا کہ اُن کے اڈیشن میں کتنے اشعار خود آزاد کی کاوشِ طبع کا نتیجہ ہیں، بہت دشوار ہے

۳- یہ شعر دیوانِ ذوق مرتبہ شمس العلما، محمد حسین آزاد میں نہیں ہے۔ گلشنِ بیخار [ص ۷۵]: مصرع ثانی 'اوس' کے بجائے 'ہم'

۴- دیوان : موت آتی ہے، گلشنِ بے خار میں مطابقِ متن۔

۵- یہ اور اس کے بعد کا شعر اصل دیوان میں تو نہیں، لیکن متفرقات میں موجود ہے (دیوانِ ذوق : ۲۲۹) نیز دیکھیے گلشن بے خار : ۷۶

۶- دیوان : وہ نہ جاگے رات اور یاں ضد سے بختِ خفتہ کی۔ گلشنِ بے خار میں مطابق متن۔

۷- یہ شعر مصحفی نے منیر خلف الرشید میاں نصیر کی طرف منسوب کیا ہے (ریاض الفصحا : ۳۱۹)

۸- دیوان : یاں آتے آتے رہ گئے۔

۹- دیوان : کہ یاں تو دم ہی نکلا جائے ہے۔

۱۰- دیوان: داد رے

۱۱- یہ شعر دیوان مرتبہ آزاد کے حصۂ متفرقات میں ہے [ص ۲۴۹] لاہور ۱۹۲۲ء) ناسخ کے یہاں موجود ہے (سخن شعرا: ۳۰۷) انھوں نے دیوانِ ذوق کا ذکر بھی کیا ہے۔ شاید اُن کے پیش نظر رہا ہو، یا ممکن ہے انھیں یہ کہیں اور سے ملا ہو۔ عمدۂ منتخبہ میں اگرچہ دیوان کا ذکر نہیں، لیکن یہ شعر موجود ہے [ص ۲۷۵]

ذوقی ص ۴۲

۱- تذکرۂ عشقی کی ترتیب کے زمانے میں لکھنؤ میں مقیم تھے [ص ۲۱۹] سرور نے اُن کا ذکر بصیغۂ حال کیا ہے۔ اور قاسم نے بصیغۂ ماضی۔

۲- شعر را بطور بازاریاں می گوید (ہندی: ۹۸) نغز: بہ بلدۂ لکھنؤ در ریختہ و بازار غزلخوانی میکرد

۳- تذکرۂ ہندی: وہ صورت ۴ تذکرۂ ہندی: عزیزاں

رسوا ص ۴۲

ے اس کے نام میں اختلاف ہے۔ مبتلا اور علی ابراہیم خاں نے نام مہتاب رائے لکھا ہے (گلشن سخن: ۱۳۶)، لیکن نکات الشعرا [ص ۱۲۱]، تذکرۂ گردیزی [ص ۷۴] تذکرۂ حسن (ص ۷۲)، مخزن نکات [ص ۱۶۸] اور تذکرۂ ہندی [ص ۱۰۷] میں آفتاب رائے، اور یہی صحیح ہے۔ نکات الشعرا کی ترتیب (۱۱۶۵ھ) سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ پھر چونکہ تذکرۂ گردیزی (تالیف ۱۱۶۶ھ) میں بھی ان کی موت کا ذکر ہے اس لیے رسوا کی وفات ۱۱۶۶ھ سے پہلے ہوئی ہوگی۔ مفصل ترجمہ تذکرۂ ہندی اور مجموعۂ نغز دونوں جگہ ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ غالباً نسلاً کایستھ تھا اور دین و مذہب کی قیود سے آزاد، کوچہ و بازار میں سرمست پھرا کرتا۔ روایت ہے کہ ایک جوہری بچے کا گرویدہ ہو گیا اور اسی کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ وصیت کی تھی کہ میری لاش کو شراب سے غسل دیا جائے۔ یہی کیا گیا، لیکن جسم و کفن بدبو سے خالی تھا۔ نغز میں ہے کہ بعض کے نزدیک وہ فرقۂ ملامتیہ کا فرد تھا۔ یہ مشہور شعر اسی کا ہے:

رسوا ہوا، خراب ہوا، دربدر ہوا اس عاشقی کی پینٹھ میں جس کا گذر ہوا

رضا ص ۴۲

۱۔ ہندی، نغز: مرزا محمد رضا از سکنۂ لکھنؤ۔ عمدۂ منتخبہ: رضا تخلص، محمد رضا از تلامذۂ میرزا رفیع السودا، زیادہ از حالاتش آگاہی نیست (ص ۲۸۶) متن کے دونوں شعر تذکرۂ سرور میں موجود ہیں۔ یاد رہے کہ یہ میر محمد رضا، رضا عظیم آبادی سے جن کا حال عشقی اور شورش کے تذکرں میں ملتا ہے۔ مختلف ہیں۔

۲۔ صاحبِ دیوان (تذکرۂ ہندی: ۹۹)، دیوان شاہ کمال کے پاس تھا: دیوان بہ دستخطِ خود نوشتہ بفقیر دادہ، موجود است۔

رفیق ص ۴۲

۱۔ اشپرنگر مجموعۂ نغز کے حوالے سے لکھتا ہے کہ یہ ۱۲۲۱ھ میں وفات پا چکے تھے (یادگار: ۱۰۰) یہ صحیح نہیں، بلکہ قاسم تو ان کے لیے دعائیہ کلمہ "سلمہ اللہ تعالیٰ" لکھتے ہیں، گویا مجموعۂ نغز کی ترتیب کے وقت وہ زندہ تھے۔ حالات کے لیے دیکھیے، مجموعۂ نغز، ۱: ۲۷۲: عمدۂ منتخبہ: ۲۹۸۔

۲۔ تذکرہ آزردہ نمبر ۹ ۳۔ نغز، منتخبہ: آہ ہوا

رقّت ص ۴۳

۱۔ متن: رفعت لیکن صحیح رقّت ہے (تذکرۂ ہندی: ۱۰۰)

۲۔ سرور نے انھیں "جوانِ خوش فکر" لکھا ہے (عمدۂ منتخبہ: ۲۹۲) مصحفی تذکرۂ ہندی (سالِ تکمیل ۱۲۰۹) میں لکھتے ہیں کہ رقّت کی اس وقت تیس سال کی عمر ہوگی (ہندی: ۱۰۰) لیکن جب وہ ریاض الفصحا مرتب کر رہے تھے تو یہ فوت ہو چکے تھے، مرزا شجاع الدین روح کے ترجمے میں انھیں مرحوم لکھا ہے (ریاض الفصحا: ۱۰۵) اور رقّت کے دوسرے شاگرد مرزا امام بخش رسم کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ رقّت کی وفات کو چند سال ہوئے ہیں۔ (ریاض الفصحا: ۱۰۴) اس تذکرے کا سالِ تکمیل ۱۲۳۶ھ ہے۔

۳۔ تذکرۂ ہندی: در (ابتدائے) ایام مشقِ سخن از۔۔ جرأت کردہ، لیکن زبانیش چنیں است کہ من از جعفر علی حسرت۔۔۔ استفادہ کردہ ام۔ یکتا لکھتے ہیں کہ دیوان مرتب تھا لیکن غزل

کے علاوہ اور اصناف میں کلام بہت کم ہے، بلکہ نہیں ہے (دستور: ۱۱۷) 'دیوان' کمال کی نظر سے گزرا تھا اور طویل انتخاب (۲۰ صفحے) اُن کے تذکرے میں درج ہے۔ نساخ بھی انھیں صاحبِ دیوان لکھتے ہیں (سخن شعرا: ۱۸۹) مصحفی نے ان کے دو شاگردوں کا ریاض الفصحا میں ذکر کیا ہے۔ ۴- مجموعۂ نغز: کیسو

رنج ص ۴۳

۱- سالِ وفات ۱۲۶۱ھ (سخن شعرا: ۱۹۱)

۲- دیوان غالباً مرتب نہیں ہوا۔ شیفتہ نے اپنے تذکرے کے لیے اُن سے اشعار طلب کیے تھے جو انھوں نے بھیج دیے تھے ۳- یاد میں اس کی' تصحیح از مجموعۂ نغز: ۲۷۷-

۴- منتخبہ ۔نغز: تلخ و ناگوار۔

رنگین ص ۴۳

۱- ولادت سرہند میں ۱۱۷۰ھ میں ہوئی' سالِ وفات ۱۲۵۱ھ

۲- نام طہماس بیگ تھا (مجموعۂ نغز' ۱: ۲۷۸) رنگین خود لکھتے ہیں: باپ میرا یعنی محکم الدولہ طہماس بیگ خان اعتقاد جنگ بہادر رومی۔ طویل عمر پاکر ۱۲۱۷ھ میں وفات پائی۔

۳- ہندی: در ایّامِ آغازِ شوقِ شعر تا در دہلی بود' شعر خود را از نظرِ شاہ حاتم۔ می گزرانید حالا... دیوانِ خود را از اول تا آخر بنظرِ مؤلف (یعنی مصحفی) در آوردہ.. ہمیشہ بحضور مرزا سلیمان شکوہ.. حاضر می باشد۔ نغز: بعدِ رحلتِ (حاتم) بمیاں محمد امان نثار توسل جستہ۔

۴- تصانیف کی فہرست بلوم ہارٹ کی مرتب کردہ فہرستِ مخطوطاتِ کتاب خانۂ وزارتِ ہند' لندن اور سعادت یار خاں رنگین مؤلفہ ڈاکٹر صابر علی خاں میں دیکھی جائے۔

۵- نغز' ہندی: ظالم ۶ نغز: میں نے

۷- نغز: مرا

رونق ص ۴۴

نغز میں 'خان' نہیں ہے.. از خاندانِ لائق الاحترام۔ تذکرۂ عشقی کی ترتیب کے وقت وہ جوان اور غالباً عظیم آباد میں موجود تھے۔ بہ گمانِ غالب بہت دن بعد تک زندہ رہے

ہوں گے۔ حالات اور کلام کے لیے دیکھیے تذکرۂ عشقی [ص ۲۶۷] عمدۂ منتخبہ [ص ۲۹۸] میں بھی مختصر سا ذکر ہے۔

۲۔ اب تک دیوان کے دو نسخوں کا پتا چلا ہے: ایک آکسفرڈ میں ہے اور دوسرا پٹنے میں نواب زادہ سید محمد مہدی صاحب کے ذاتی کتاب خانے میں، اس کے کچھ اجزا کی نقل راقم کے پاس بھی موجود ہے

زار ص ۴۴

۱۔ متن میں میر مظہر علی نام موجود ہے، لیکن تخلص سہواً لکھا نہیں گیا۔ ہندی اور مجموعۂ نغز دونوں میں میر مظہر علی زار تخلص کا تذکرہ ہے۔ لیکن یہاں جو شعر دیا گیا ہے، ہندی میں یہ میر جیون زار سے منسوب ہے اور نغز میں میر مظہر علی زار سے۔ شیفتہ اور کریم الدین بھی مصحفی کے ہمنوا ہیں، لیکن حسن نے قاسم کا تتبع کیا ہے شعر غالباً میر مظہر علی زار ہی کا ہے۔

۲۔ ہندی: بہ سرکار احمد علی خاں شوکت جنگ علاقہ روزگار دارد و گزارا ابراہیم و تذکرہ حسن: مرزا علی خان بہادر۔ غلط ہے، بقول علی ابراہیم و میر حسن "مولوی شاہ حفیظ اللہ کے شاگرد تھے

۳۔ ہندی، نغز: آگئے ہی۔

۴۔ ہندی: شب فرقت "پہ" الہٰی!.... حسن: شب فرقت، "تو" الہٰی! "نغز مطابقِ متن۔

زار ص ۴۴

۱۔ مجموعۂ نغز اور تذکرۂ سرور کے زمانۂ ترتیب میں زندہ تھے۔

۲۔ اکبر شاہ ثانی (۱۲۲۱ھ - ۱۲۵۳ھ) مراد ہیں۔ نغز: در خواصانِ حضور پر نور بلبدّعا نویسی بہ امتیاز است۔ عمدۂ منتخبہ: و در انشا پردازی نیز ماہر ست (ص ۳۰۴)

۳۔ نغز: بہر دو زبان سخن می گوید یعنی۔ فارسی و ہندی... شاگرد... نصیر۔

سبقت ص ۴۵

۱۔ سالِ وفات: ۱۲۳۵ھ

۲۔ قاسم نے نام اکبر علی لکھا ہے جو متعدد دوسرے تذکرہ نگاروں کے قول کے خلاف ہے۔

[دیکھیے تذکرۂ سرور: ۲۵۶، مجموعۂ نغز، ۱: ۲۸۸، تذکرۂ ہندی: ۱۳۲]

۳- ہندی: بعد از وقوعِ ہنگامۂ شاہ بہ لکھنؤ رسیدہ دریں جا توطن اختیار کردند۔

سخن ص ۴۵

۱- قاسم دعائیہ کلمہ "سلمہ ربہ" لکھتے ہیں۔ گویا مجموعۂ نغز میں نام کے اندراج تک زندہ تھے۔

۲- مجموعۂ نغز: اصلش از خطۂ کشمیر۔

۳- قاسم اور سرور، دونوں نے لکھا ہے کہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے لیکن ظاہرا کلام محفوظ نہ رہ سکا، دونوں نے صرف یہی ایک شعر نمونے کے طور پر درج کیا ہے۔ شیفتہ، کریم الدین اور نساخ کے یہاں بھی صرف یہی شعر ہے۔

۴- مجموعۂ نغز، گلشن بے خار: بھلا مرتے مرتے۔

سرسبز ص ۴۵

۱- مجموعۂ نغز (تقریباً ۱۲۲۱ھ): جوانے است از عمدہ زادہائے عالی مقدار۔

۲- ہندی: سلسلۂ نسبتش در قوم مالک اشتر منتہی می شود۔

۳- مصحفی کے شاگرد تھے، مصحفی چار سال تک بصیغۂ شاعری ان کے ملازم اور رفیق بھی رہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ سترہ سال کی عمر میں دیوان مرتب ہو گیا تھا (تذکرہ ہندی: ۱۱۸)، سرور انھیں دیوانِ ضخیم کا مصنف لکھتے ہیں (عمدۂ منتخبہ: ۳۴۸)

۴- تذکرۂ ہندی: میں، سرسبز! روتا ہوں (مجموعۂ نغز مطابقِ متن)

۵- ہندی، مجموعۂ نغز: کبھی

۶- تذکرۂ ہندی: ہمیں، مجموعۂ نغز: مجھے

۷- تذکرۂ ہندی: ویران

۸- مجموعۂ نغز: ادنے

سرور ص ۴۶

۱- مجموعۂ نغز، گلشنِ بے خار: اعظم الدولہ نواب میر محمد خاں۔ ولادت ۱۱۷۵ھ اور ۱۱۸۰ھ کے درمیان (اشتر و سوزن: ۳۲) وفات شوال ۱۲۵۰ھ (گلشنِ بے خار: ۹۶)

۲- مجموعۂ نغز: اعظم الدولہ ابو القاسم خان بہادر مظفر جنگ۔ ان کے حالات تذکرۂ مردم دیدہ مؤلفہ حاکم لاہوری (ص ۱۶۸) اور گل رعنا مؤلفہ شفیق میں دیکھے جائیں۔ محرم ۱۱۸۹ھ میں مقتول ہوئے (اشتر و سوزن: ۳۲)

۳۔ مجموعۂ نغز: استفادۂ کتب متداولہ از مرزا جان بیگ سامی نمودہ و مشقِ سخن در ابتدا از میر فرزند علی موزوں فرمودہ۔۔۔ تذکرۃ الشعرا (عمدۂ منتخبہ) بسیار خوب نوشتہ۔

۴۔ قاسم نے انھیں صاحبِ دیوان لکھا ہے۔ ان کے دیوان کے کسی نسخے کا اب تک علم نہیں ہوا۔ رقم الحروف نے میسور میں ایک شاعر سرورؔ کے دیوان کے کچھ اجزا دریافت کیے ہیں، لیکن فی الحال نہیں کہہ سکتا کہ یہ اعظم الدولہ سرورؔ کے دیوان کے اوراق ہیں یا کسی اور کے۔

۵۔ یہ مصرع متن میں ظاہراً سہوِ کاتب سے چھوٹ گیا ہے (اضافہ از تذکرۂ سرور)

سراج ص ۴۶

۱۔ ٹھیک نام سراج الدین تھا۔ ان کی ولادت ۱۱۲۸ھ کے لگ بھگ ہوئی (عیارستان: ۱۰۳)؛ وفات بروز جمعہ ۴ شوال ۱۱۷۷ھ کو ہوئی۔ آزاد بلگرامی اور لچھمی نراین شفیق نے قطعاتِ تاریخ کہے جو تذکرۂ شعرائے دکن مؤلفہ عبد الجبار خاں (۱: ۴۸۸) میں موجود ہیں۔

۲۔ دیوان کے لیے دیکھیے حواشی تذکرۂ حیدری: ۶۶

۳۔ یہ پورا ترجمہ اور نمونۂ کلام تقریباً لفظ بلفظ مجموعۂ نغز (۱: ۲۹۲) سے منقول ہے۔ نام قاسم نے بھی نہیں لکھا تھا۔ اشعار بھی وہی ہیں اور آخر میں سطر بھی جوں کی توں ملتی ہے۔

سکندر ص ۴۷

۱۔ عشقی عظیم آبادی نے جب ان کا ترجمہ سپردِ قلم کیا تھا تو یہ زندہ تھے (تذکرہ: ۲۸۴) لیکن قاسم نے ان کا ذکر صیغۂ ماضی میں کیا ہے، گویا ۱۲۲۱ھ سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ سالِ وفات ۱۲۱۵ اور ۱۲۱۹ھ کے درمیان ہونا چاہیے۔

۲۔ محمد شاکر ناجی (مخزن نکات: ۴۶؛ تذکرۂ گردیزی: ۱۴۱؛ نکات الشعرا: ۲۳؛ تذکرۂ شوق: ۳/۶۷)

۳۔ تذکرۂ ہندی: در ابتدائے فکرِ شعر قصہ خوانی می کرد۔ آخر آخر طبعش بطرف نظم مراثی مائل افتادہ۔

۴۔ مجموعۂ نغز: گویند کہ خاکش الیوم زیارتگاہ مردم آں دیار است و بعضے بر آنند کہ جدش

وسکنۂ آں مملکت بر بلا، معلیٰ رسانیدند۔ الغیب عنداللہ۔

۵۔ ایضاً: وہ ۶۔ ایضاً: رخساروں

سلیمان ص ۴۷

۱۔ سالِ وفات ۱۲۵۳ھ (مجمع الانتخاب: نسخۂ انجمن۔ ورق ۳۵۹ ب) احمد حسین سحر نے سالِ وفات ۱۲۵۴ھ لکھا ہے جو صحیح نہیں (بہار بےخزاں: ۶۳) انتقال کی تاریخ "رحمتِ خدا" سے نکلتی ہے (سخن شعرا: ۲۲۱) اسپرنگر نے لکھا ہے کہ ۲۴ فروری ۱۸۳۸ء کو انتقال کیا۔ آخری ایام میں آگرے میں قیام رہا؛ وہیں مدفن ہے۔

۲۔ دیوان مرتب تھا۔ سلیمان شکوہ نے اپنا مصور دیوان برائے یادگار شاہ کمال کو مرحمت کیا تھا (مجمع الانتخاب: ۸۳، مرتبہ نثار احمد فاروقی) کمال نے ۲۳ صفحوں کا طویل انتخاب اپنے تذکرے میں درج کیا ہے (نسخۂ انجمن ترقی اردو ہند) دیوان ناسخ کی نظر سے گزرا تھا۔ اب اس کے نسخے نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ اس کا خطی نسخہ ذخیرۂ سری رام (بنارس ہندو یونیورسٹی) میں موجود ہے۔

۳۔ مجموعۂ نغز: بات جو ہم نے کہی تھی۔

سودا ص ۴۸

۱۔ ہندی نغز: محمد رفیع ... پسر محمد شفیع ... نسبتِ تلمذ بہ۔۔ سراج الدین علی خاں آرزو دارد و برخے از اشعار ... بسمع ... شاہ حاتم رسانیدہ ... عدیلش در ہندی تا الیوم در کارگاہِ ہستی کمتر آفریدہ ... بہ پرورشِ سگاں ... شوقِ تمام داشت و بہ سبب آگاہیِ علم موسیقی مرثیہ وسلام و نیز قادر ... وفاتش در لکھنؤ و مرقدش در امام بارۂ آقا باقر ؎

تاریخِ رحلتش بدر آورد مصحفی سودا کجا و آں سخنِ دلفریبِ او (۱۱۹۵)

ولادت: تقریباً ۱۱۱۷/۱۱۱۸ھ

۲۔ دیوان کے متعلق دیکھیے حواشی تذکرۂ حیدری: ۶۵

۳۔ دیوان: مری دعا۔ یہ شعر اور اوپر شعر ۹ ایک ہی غزل کے ہیں (کلیات سودا ۱: ۴۰)

۴۔ اصل: لیجو کر لجا!

۵۔ یہ شعر کلیات سودا (نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۳۲ء) میں موجود نہیں ہے۔ لیکن تذکرۂ شورش (ص ۳۰۸)، چمنستان شعرا (ص ۳۰۳) اور گلشن سخن (ص ۱۴۴) میں سودا کے نام سے ملتا ہے۔

۶۔ کلیات: کہ ہے اس سے مصاحبت ۷۔ کلیات: مرغ

۸۔ کلیات: کشتوں ۹۔ کلیات: ملائک

۱۰۔ یہ شعر کلیات (نول کشور لکھنؤ ۱۹۳۲ء) میں نہیں ملا۔

۱۱۔ اصل: کنایا ۱۲۔ کلیات: ہے نہ ہاں میرے بھی

۱۳۔ ایضاً: اور

سوز ص ۵۰

۱۔ تذکرۂ ھندی: محمد میر۔۔ اول میر تخلص می کرد۔ چوں درآں ایام میر محمد تقی ہم شہرت بہ میرؔ داشت، لہذا۔۔ بجائے 'میر'، 'سوز' قرار دادہ۔

۲۔ مجموعۂ نغز:۔۔ در تیر اندازی و سواریِ اسپ و نوشتنِ خطِ نستعلیق و شفیعا و انتخاب مزاج۔۔ نظیر ندارد۔۔ مدتے بہ دیارِ شرقیہ۔۔ بسر بردہ۔

۳۔ میر حسن لکھتے ہیں: خواندنِ اشعارش از زبانِ او نیکو ست، از خواندنش چناں خوب می نماید کہ در گفتن نمی آید (تذکرۂ حسن: ۸۸) قدرت اللہ شوق رقمطراز ہیں: "شعر را با دلے نادر کہ دست و پا و چشم بلکہ تمام اعضا در حرکت می آیند، می خواند و مردمانِ نافہم را متوجہ جانبِ خود می گرداند" (تذکرۂ شوق: ۲۲۱) نیز دیکھیے آب حیات (ص ۱۹۸)

۴۔ سخن شعرا، طور کلیم، دیوان جہان:۔۔۔ وفات تلہر [illegible] شاہجہاں پور میں ہوئی، اور یہ غالباً صحیح ہے۔

۵۔ وفات ۱۲۱۳ھ میں ہوئی: کہی جرأت نے رو کے یہ تاریخ 'داغ اب سوز کا لگا دل کو' (دستور الفصاحت: ۵۲، مجمع الانتخاب:)

۶۔ دیوانِ سوز سے متعلق تفصیلات دیکھیے، حواشی تذکرۂ حیدری: ۶۶۔ رضا لائبریری، رامپور میں بھی دیوان کا ایک نسخہ مکتوبہ ۱۲۲۷ھ محفوظ ہے۔ دیوان اردوے معلیٰ، دلی

یونیورسٹی کے "میر سوز نمبر" کی شکل میں چھپ چکا ہے (یہاں اسی کے حوالے دیے گئے ہیں)

۷۔ مطبوعہ دیوان میں یہ شعر نہیں ہے، بلکہ اس زمین میں کوئی غزل ہی نہیں ہے۔

۸۔ ایک نے سوز سے پوچھا ۹۔ دیکھ منہ اس کا گھڑی

۱۰۔ اشارت ۱۱۔ دیوان میں نہیں ہے، مجموعۂ نغز میں ہے۔

۱۲۔ رباعی کے پہلے دو مصرعے کاتب سے چھوٹ گئے ہیں، تیسرے اور چوتھے مصرعے کے درمیان کاتب نے سہواً سوز کا مصرع: "آج مجرے کا پھر جواب ہوا" دوبارہ لکھ دیا ہے۔ رباعی کا متن دیوان میں بعض تذکروں سے مختلف ہے۔

۱۳۔ یہی

۱۴۔ تذکرۂ شوق، مجموعۂ نغز: نصیحتوں پہ بہت سے گھمنڈ ناصح کو۔

۱۵۔ شعر دیوان میں نہیں ہے۔ اگرچہ اس زمین میں ایک غزل موجود ہے۔

۱۶۔ یہ رباعی دیوانِ سوز میں موجود نہیں ہے، لیکن بعض تذکروں میں اُن سے منسوب ہے مثلاً مجموعۂ نغز (۱: ۲۲۶) سرور نے اپنے تذکرے میں اسے سوز کی طرف منسوب کیا ہے (تذکرۂ سرور: ۲۲۷) لیکن وہ اسے معمولی تغیر کے ساتھ (ص ۲۹) پہ انشا کے نام بھی لکھ آئے ہیں۔ رباعی کلامِ انشا (ص ۲۸۶) میں بھی موجود ہے۔

سیّد ص ۵۰

۱۔ مجموعۂ نغز: پہلے غریب اور پھر چندے آشنا تخلص کیا۔ شیفتہ کہتے ہیں ان کو انتقال کیے ہوئے کچھ عرصہ ہوا (گلشنِ بے خار: ۱۰۶)، نسّاخ نے سالِ وفات ۱۲۱۸ھ لکھا ہے (سخن شعرا: ۲۲۲) لیکن شاد کہاں تقریباً ۱۲۱۹ھ میں "در دہلی حیّ و قائم است" لکھتے ہیں، اور قاسم نے تقریباً ۱۲۲۱ھ میں انھیں "سلّمہ الرحمٰن" لکھا ہے۔ کریم الدین لکھتے ہیں کہ مدّت ہوئی اس جہان سے رحلت کر گئے۔ تقریباً ۱۸۲۰ء میں فوت ہوا (تذکرہ: ۲۲۸)

۲۔ اکبر شاہ ثانی (متوفی ۱۲۵۳ھ) مراد ہیں۔ ان کی سرکار سے خطاب "سید الشعرا" ملا تھا۔ (مجموعۂ نغز)

۳۔ نثر گوئی کے بجائے نثر نویسی ہونا چاہیے تھا۔ "بہ کتاب خوانیِ ایامِ تعزیت التیامِ محرم الحرام یکتا و بے مثال، در انشا پردازی یدِ طولیٰ دارد" (مجموعۂ نغز ۱: ۳۲۸)

۴۔ بادشاہِ وقت کے نقیبوں میں ایک شخص اکرام نامی نے لاہوری دروازے کے باہر ایک سرائے تعمیر کی تھی جس کا شیفتہ کے زمانے میں نام و نشان بھی باقی نہیں رہا تھا، اس کی تاریخِ تعمیر میر غالب علی خاں نے کہی تھی: امشب کرمے کن بسرائے اکرام (گلشنِ بے خار: ۱۰۲)۔

۵۔ ظاہرا دیوان مرتب تھا، قاسم نے اُن کے ۱۸ شعر منتخب کیے ہیں۔ ترتیبِ اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان پیشِ نظر تھا۔ سرور نے بھی کوئی ۱۰ شعر دیے ہیں۔

۶۔ مجموعۂ نغز: کیسو

شفیع ص ۵۱

۱۔ عشقی لکھتے ہیں: الحال در لکھنؤ استقامت دارد (۲: ۲۸) سرور اور قاسم کے تذکروں کی ترتیب کے وقت ظاہرا زندہ تھے۔

۲۔ میر حسن لکھتے ہیں: با میر و مرزا و قائم یکجا صحبت داشتہ، الحال بہ لکھنؤ در عالمِ تجرید بسر می برد (تذکرۂ حسن: ۹۷) مبتلا رقمطراز ہیں: از ہم صحبتانِ مرزا رفیع سودا و تقی میر است، در لکھنؤ بآزادگیِ تمام بسر می برد (گلشنِ سخن: ۱۲۲)

۳۔ یک دو سہ بیت خود ہم می گوید (تذکرہ حسن: ۹۷)، زیادہ اشعار از طبعِ آزادِ او بنظر نہ رسیدہ (تذکرۂ سرور: ۳۷۷)

شکیبا ص ۵۱

۱۔ نام شیخ غلام حسین تھا، میر تقی میر کے شاگرد تھے۔ "بعمدہ معاش بسر می برد، اما بنا بر کسادِ بازاری بعلمی ایام بسر می کند" (مجموعۂ نغز ۱: ۲۴۲) بہ زمرۂ حضورِ والا (یعنی اکبر شاہ ثانی۔ مرتب) محسوب بود" (گلشنِ بے خار: ۱۱۰)

۲۔ اردو میں دیوان مرتب تھا۔ (عیار الشعرا)

شکوہ ص ۵۲

۱۔ قاسم اور سرور کے تذکروں کی ترتیب کے زمانے میں زندہ تھے۔ مجموعۂ نغز: مرزا محمد رضا

۲۔ مرزا محمد حسن قتیل، متوفی ۱۲۳۲ھ

شگفتہ ص ۵۲

۱۔ اصل: آصف علی خان، متن میں تصحیح کردی گئی ہے۔ ریاض الفصحا کے زمانۂ ترتیب (۱۲۲۱ھ - ۱۲۳۶ھ) میں زندہ تھے، اور اس وقت عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی (ریاض: ۱۵۵)

۲۔ مصحفی لکھتے ہیں کہ ضخیم دیوان مرتب تھا، لیکن گھر میں آگ لگی جس میں یہ دیوان بھی جل گیا۔ چندے اس پر افسردہ رہے، لیکن چند سال میں اسی ضخامت کا دوسرا دیوان مرتب کرلیا۔ کثیر الکلامی میں انھیں "صائب ریختہ" کہا جائے تو مناسب حال ہے (ریاض الفصحا: ۱۵۵) خوب چند ذکا لکھتے ہیں کہ ایک دیوان اُن سے یادگار ہے (عیار الشعرا) قاسم اور شیفتہ نے سیف الدولہ مرزا سیف علی خاں کا ایک بہت خوبصورت شعر درج کیا ہے۔

خرامِ نازِ ترا بس مری نظر میں رہا تمام عمر ہی بیٹھا میں رہگزر میں رہا

شمس ص ۵۲

۵ مجموعۂ نغز: شمس تخلص جوانے ... میر شمس الدین نام.. المعروف بہ مرزا جبن.. بے نبیرہ سید رضی خاں (است)

شوق ص ۵۲

۱۔ مجموعۂ نغز: حافظِ کلامِ ربّ الانام۔ ۱۲۰۷ھ میں وفات پائی (خمخانۂ جاوید، ۵: ۷۴)

۲۔ مجموعۂ نغز: سپاہی منش

۳۔ شاہ محمد نصیر دہلوی (متوفی ۱۲۵۴ھ)، 'چراغِ گل' سے تاریخ نکلتی ہے۔

۴۔ "ناتمام قلمی دیوان" سری رام کے پاس تھا، یہ اب غالباً ان کے ذخیرے کے ساتھ بنارس ہندو یونیورسٹی کے کتابخانے میں ہو۔

شور ص ۵۲

۱۔ مجموعۂ نغز: عرف طہو بیگ مرحوم

۲۔ وفات قبل از ۱۲۲۱ھ، بقول سرور عین شباب میں ایک جنگ میں مارے گئے (ص ۳۸۲) قاسم بھی یہی لکھتے ہیں: "در عین جوانی رختِ زندگانی بربستہ در معرکۂ از معارک آنجہانی شد"

(مجموعۂ نغز ا: ۳۵۲)

۳۔ ترجمہ و شعر عمدۂ منتخبہ (ص ۳۸۲) سے ماخوذ ہیں؛ سرور لکھتے ہیں: شور تخلص مرزا محمود بیگ اصلش از ایران زمین مولدش دار الخلافہ شاہجہان آباد جوان سپاہی پیشہ"۔ سرور کے ہاں پہلا شعر وہی ہے، جو یہاں تذکرۂ آزردہ میں ہے۔

۴۔ گلشنِ ہند: تیرا

شیدا ص ۵۳

۱۔ مجموعۂ نغز: اصلش از کشمیر۔ د مولدش.. شاہجہان آباد

۲۔ ۱۲۰۹ھ سے پہلے دہلی میں فوت ہوئے (تذکرۂ ہندی: ۱۳۵)؛ مجموعۂ نغز: در عینِ شباب رختِ ہستی بربستہ۔

۳۔ اردو دیوان، بقولِ مصحفی، شہر میں موجود تھا لیکن مصحفی کی نظر سے نہیں گزرا۔

۴۔ دوسرا مصرع اصل میں درج نہیں ہے؛ اضافہ از گلشنِ سخن۔ یہ شعر تذکرۂ میر حسن (ص ۹۶) اور تذکرۂ گلشنِ سخن (ص ۱۰۴) میں بنام میر فتح علی شیدا (متوطن شمس آباد مئو، شاگردِ سودا) درج ہے۔

صادق ص ۵۳

۱۔ قاسم ۱۲۲۱ھ کے لگ بھگ انھیں "سلمہ الرحمٰن" لکھتے ہیں۔

۲۔ مجموعۂ نغز: نیاگانشِ دراں دیار (یعنی عظیم آباد) بعمدگی ایام بسری بردند۔ لیکن عظیم آبادی تذکرہ نگار یعنی شورش، عشقی، علی ابراہیم ان کا ذکر نہیں کرتے۔

صدق ص ۵۳

۔ سرور لکھتے ہیں: صدق تخلص، از نامش اطلاع نیست، باشندۂ حیدر آباد (عمدۂ منتخبہ: ۲۹۵) یہ شعر بھی وہاں موجود ہے۔ آزردہ کا ماخذ غالباً عمدہ منتخبہ ہی ہے۔

صفدری ص ۵۳

۱۔ قاسم اور سرور کے تذکروں کی ترتیب کے وقت زندہ تھے، لیکن ۱۲۵۰ھ کے لگ بھگ فوت ہو چکے تھے۔ شیفتہ لکھتے ہیں: در عینِ شباب از دستِ کافرے بے گناہ کشتہ شد (گلشنِ بیخار: ۱۲۶)

۲۔ عمدۂ منتخبہ: رکھتے ہیں۔ اور یہ صحیح ہے اس لیے کہ اس غزل کے اور ردیف و قوافی "مستانہ رکھتے ہیں" "پیمانہ رکھتے ہیں" وغیرہ ہیں۔

۳۔ اضافہ از خمخانۂ جاوید۔

ضبط ص ۵۴

۱۔ میر حسن شاہ از خوش فکرانِ بلدۂ لکھنؤ و صاحب طرزانِ آنجا (مجموعہ نغز: ۲۶۴) از صفاتش معلوم نیست (تذکرۂ سرور: ۲۰۴) حالش معلوم فقیر نگشتہ کہ بضبطِ تحریر آرد (گلشن بیخار: ۱۲۷)

ضیاء ص ۵۴

۱۔ صحیح نام میر ضیاء الدین حسین، جیسا کہ مقدمۂ دیوان میر حسن دہلوی محررۂ شیر علی افسوس (نسخۂ برٹش میوزیم ۲۲۴) سے معلوم ہوتا ہے۔ میر حسن خود ضیاء کے شاگرد تھے اور انھوں نے اپنے تذکرے میں بڑی عقیدت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ تذکرہ میر حسن کی ترتیب (۱۱۸۹-۱۱۹۲) کے زمانے میں غالباً زندہ تھے۔ لیکن علی ابراہیم خاں کے تذکرے کی ترتیب سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ قاضی عبدالودود صاحب، سال وفات ۱۲۰۵ھ سے کچھ پہلے بتاتے ہیں۔

۳۔ تذکرۂ ہندی، گویند، استفادۂ شعر در ابتدا از میر تقی میر کردہ۔

۴۔ یہی تذکرۂ میر حسن اور مجموعۂ نغز، گلشنِ ہند (لطف) کا بھی بیان ہے۔

۵۔ میر حسن دہلوی نے لکھا ہے کہ دیوان مرتب نہیں ہوا تھا؛ قصیدہ، ہجو، مثنوی اور رباعیاں کم کہی ہیں؛ زیادہ تر غزلیں لکھی ہیں (تذکرۂ میر حسن: ۱۰۰) ظاہراً تذکرے کی ترتیب کے زمانے میں دیوان مرتب نہ ہوا ہوگا، شورش بھی اگرچہ دیوان کا ذکر نہیں کرتے، لیکن انھوں نے ۵۴ اشعار ان کے درج کیے ہیں۔ یہ اشعار اگر کسی بیاض سے نہیں لیے گئے، تو ان کا دیوان ہی پیش نظر ہوگا۔ ہاں، علی لطف کا بیان ہے: مالک دیوانِ رنگین ومتین کے ہیں" (گلشن ہند) ان کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ جناب پروفیسر سید یوسف الدین احمد بلخی، باطن، بہار شریف پٹنہ کے پاس ہے اور راقم

کی نظر سے گزرا ہے۔ یہ دیوان مختصر ہے اور جہاں تک یاد آتا ہے، صرف غزلیات پر مشتمل ہے۔

۶۔ تذکرۂ سرور: جور کی رسم تجھ سے

۷۔ مجموعۂ نغز: صاف تھا، جب تک جواب صاف قاصد کے تئیں

۸۔ تذکرۂ حسن: کم نہ تھی۔

طالب ص ۵۵

۱۔ اصل: آشور، صحیح عاشور۔ ترجمہ اور چاروں شعر اسی ترتیب سے مجموعۂ نغز (۱: ۳۶۶) میں موجود ہیں۔ آزردہ نے ترجمہ مختصر کر دیا ہے اور بعض باتیں حذف کر دی ہیں شگاندہ ثناءاللہ فراق اور میر تقی میر دونوں سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ بلکہ بقول قاسم زیادہ مشورہ فراق ہی سے رہا۔ (نیز عمدۂ منتخبہ: ۴۱۰)

۲۔ مجموعۂ نغز: کہ در ایام۔۔ ذوالفقار الدولہ نجف خان۔۔ بسر کردگی چند سوار۔۔ روزگار بسر می کرد۔

۳۔ قاسم ۱۲۲۱ھ کے لگ بھگ سلمہ الرحمن لکھتے ہیں۔

۴۔ تذکرۂ سرور: تو داں

۵۔ مجموعۂ نغز: اب

طپش ص ۵۵

۱۔ مجموعۂ نغز: یوسف بیگ خان۔۔ از۔۔ اولادِ امجادِ حضرت سید جلال (بخاری) قدس سرہ۔

۲۔ ایضاً: مرد سپاہی پیشہ

۳۔ طپش نواب شمس الدولہ سید احمد علی خان ذوالفقار جنگ بہادر جنگ کے متوسلین میں تھے۔ جب ایک مقدمے میں وہ ماخوذ ہوئے تو تپش بھی ان کے ساتھ کلکتہ میں محبوس ہوئے۔ ان کی اسیری کی شہادت تذکرۂ عشقی (۲: ۵۵) کے علاوہ اس مثنوی سے بھی ملتی ہے جو کلیات تپش میں موجود ہے۔ تیموری شہزادہ مرزا علی بخت اظفری دہلوی (ف ۱۲۳۴ھ) ۱۲۱۱ھ کے اواخر میں تپش سے مرشد آباد میں ملے تھے۔ وہ لکھتے ہیں: تخلص تپش ہے، مرزا جان کے نام سے مشہور ہیں۔ نہایت متین مغل زاجوان اور بخاری الاصل ہیں۔ درد کے شاگرد اور دہلی کے مشاہیر شعرا میں سے ہیں، انھوں نے امرا میں رہ کر آداب و مراتب مجلس کا فن حاصل کیا ہے۔ بہت شائستہ انسان ہیں۔ ہمارے تیموری خاندان سے آبائی

نسبتِ بندگی اور توسل رکھتے ہیں۔ آج کل کچھ عرصے سے یہ ہر دلعزیز مرزا جان، نواب ڈھاکہ کے رفیقوں میں شامل ہیں (ترجمہ واقعاتِ اظفری: ۱۰۳) تپش نے ۱۲۲۹ھ میں وفات پائی۔

۴۔ مجموعۂ نغز: خط نستعلیق و شکستہ آمیز و صرافی خوب می نویسد۔

۵۔ ایضاً: شاگردِ ہدایت اللہ خان ہدایت است ... گاہے شعرِ خود از نظر۔ خواجہ میر درد .. ہم گزرانیدہ۔ تذکرۂ ہندی: در سنِ شانزدہ سالگی طبع موزوں ہم رسانیدہ چندے بخدمتِ مرزا محمد یار بیگ سائل .. مشقِ سخن نمودہ و بعد ازاں رجوع بخواجہ میر درد .. کردہ۔

۶ مجموعۂ نغز: شہر بھاوے، نہ صحرا بھلا لگے ہے، آہ!

۷۔ اضافۂ مرتب

۸۔ بہادر دانش، مرزا جان طپش (مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۳ء) کے مقدمے میں مرتب نے طپش کے ۱۱ شعر مختلف تذکروں سے جمع کر دیے ہیں؛ اس میں "آرزد متی" کی جگہ "عارضہ تھا" ملتا ہے۔

۹۔ مجموعۂ نغز: اکل کھرا

طُغَل ص ۵۶

۱ اصل کے علاوہ بیشتر تذکروں میں بھی تخلص طِفل لکھا ہے (مجموعۂ نغز، ۱: ۳۶۹)، لیکن صحیح طغل ہے؛ دیکھیے عیار الشعرا اور واقعاتِ اظفری۔ مجموعۂ نغز (مطبوعہ) میں ان کا ایک مقطع ہے:

کیا کہوں، کچھ کہہ نہیں سکتا میں طغل دل کا حال

بیطرح کچھ آج تو سینے میں میرے درد ہے

پہلا مصرع خوب چند ذکا نے اس طرح لکھا ہے:

کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا طغل اب میں دل کا حال

قاسم اور سرور کے تذکروں کی ترتیب کے وقت زندہ تھے۔ واقعات اظفری میں ۱۲۲۱ھ تک کے واقعات ہیں۔ مرزا طغل سے تعلقاتِ قلبی کی بنا پر یقین ہے کہ اگر اس زمانے میں ان کی وفات ہوئی ہوتی، تو اظفری (جن کا سال وفات ۱۲۳۴ھ ہے) ضرور اس کا ذکر کرتے۔

۲۔ یہ دو بھائی تھے مرزا مغل اور مرزا طغل۔ اظفری لکھتے ہیں کہ مرزا مغل کا اصل نام محمد اکرم الدین اور مرزا طغل کا اسم گرامی محمد عبد المقتدر ہے۔ یہ دونوں شاہزادہ محمد علاء الدولہ بہادر معروف بہ مرزا بابا کے صاحبزادے ہیں۔ مرزا بابا شاہزادہ اعز الدین کے فرزند تھے اور اعز الدین چھوٹے بھائی تھے محمد عزیز الدین کے جو عالمگیر ثانی (بادشاہ) کے نام سے مشہور ہیں (واقعات ص ۶۶)

۳۔ دیوان مرتب تھا۔ قاسم لکھتے ہیں: دیوانے مشحونِ اکثر انواعِ سخن دارند (مجموعۂ نغز، ۱: ۲۰۹) سرور ان کے تین دواوین سے استفادے کا ذکر کرتے ہیں (تذکرہ سرور: ۴۰۵)۔ اظفری نے واقعات میں اکبر شاہ بہادر ولی عہد اور مرزا مغل اور مرزا طغل کے رقعوں کی نقل بھی درج کی ہے، جو ان لوگوں نے ۲۷ ربیع الاول ۱۲۱۸ھ کو اظفری کو بھیجے تھے (واقعات: ۱۶۴)

۴۔ یہ شعر قاسم اور سرور کے تذکروں سے غیر حاضر ہے۔

ظاہر ص ۵۶

۔ مجموعۂ نغز: دبہرہ از فنِ شریف طبابت بوے رسیدہ۔

ظریف ص ۵۶

۱۔ قاسم نے خدا بردی خان نام لکھا ہے، لیکن خدا وردی ہی صحیح ہے (مجالسِ رنگین: ۱۷، مطبع محمدی ۱۲۶۴ھ)

۲۔ پہلے بیتاب تخلص کرتے تھے؛ رنگین کے شاگرد تھے (مجموعۂ نغز، ۱: ۳۷۱)۔ ناسخ نے انھیں ممنون کا شاگرد لکھا ہے (سخن شعرا: ۱۷) قاسم اور سرور کے تذکروں کی ترتیب کے زمانے میں زندہ تھے۔

ظفر ص ۵۶

۱۔ ۱۱۸۹ - ۱۲۷۹ھ/ ۱۷۷۵ - ۱۸۶۲ء

۲۔ قاسم اور سرور ان کی شاعری کے مداح ہیں۔ شیفتہ ان کی خوش نویسی کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ذوق ان کے وظیفہ خوار تھے "نیز از افکارِ ایشاں بہ حک و اصلاحِ او درست

دہموار" (گلشن بیخار: ۱۲۹)   ۳ - چار دیوان مطبوعہ موجود ہیں۔

عارف   ص ۵۷

۱- میر و مرزا کے معاصر تھے۔ تذکرۂ میر حسن کی ترتیب کے وقت (۱۱۸۹-۱۱۹۲) دہلی میں مقیم تھے اور ان کی عمر ستر سال کے قریب تھی۔ ظاہرا ۱۱۹۸ھ تک زندہ تھے (گلزار ابراہیم، ۱۷۶) لیکن تذکرۂ ہندی (۱۲۰۱ھ-۱۲۰۹ھ) کی ترتیب سے پہلے فوت ہو چکے تھے

۲- علی ابراہیم خان، امر اللہ اور عشقی عظیم آبادی کے قول کے مطابق شاہجہاں آباد میں دلی دروازہ کے قریب ان کی رفوگری کی دکان تھی (گلزار، ۱۷۶، تذکرۂ عشقی: ۷۷، مسرت افزا: ۱۳۴)

۳- مصحفی: "شعر را بہ تلاشِ تمام می گفت دگاہے گاہے بطورِ غنی خیالِ شعر فارسی ہم کردہ۔" میر حسن اور عشقی نے ان کا شمار ایہام بندوں میں کیا ہے، آبرو اور مضمون کے شاگرد تھے بسیار کم گو۔ (تذکرۂ حسن: ۱۰۷) دیوان ان کی موت کے بعد ایک دوست کی تدبیر سے مرتب ہوا (تذکرۂ ہندی: ۱۴۹) ہنوز کہیں کسی نسخے کا پتا نہیں چلا۔

۴- تذکرۂ ہندی: دختر رز سے جا کہو کہ ملے؛ تذکرۂ حسن: دختر رز سے کہہ کر اس سے ملے بالغز: دختر رز سے کہہ؛ گلشنِ بیخار: دختِ رز سے کہو کہ آن ملے۔

۵- گلزار ابراہیم: افیم کھائے گا؛ تذکرۂ شوق، ہندی، لغز: افیم کھاتا ہے؛ تذکرۂ حسن: افیم کھائے گا۔

عاشق   ص ۵۷

۱- سرور لکھتے ہیں کہ ان کی وفات کو دو سال ہوئے۔ اس تذکرے کی ترتیب چونکہ ایک طویل عرصے تک ہوتی رہی، اس لیے اس سے کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ قاسم کا تذکرہ ۱۲۲۱ھ میں مکمل ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ وفات کو چار سال ہوئے (مجموعہ ۱: ۳۷۹) گویا ان کی وفات ۱۲۱۷ھ کے لگ بھگ ہونی چاہیے۔

۲- یہ علی مردان خان غالباً وہی مشہور شاہجہانی امیر ہیں، جن کا سفر کشمیر کے دوران میں ۱۲ رجب ۱۰۶۷ھ کو انتقال ہوا تھا: لاش لاہور لا کر دفن کی گئی۔ ان کے چار بیٹے تھے: ابراہیم، عبداللہ، اسمٰعیل، اسحاق (مفتاح التواریخ: ۲۶۱)

۳۔ آپ کی تصنیفات میں سے اردو کے تین دیوان، اور فارسی کے دو دیوان ہیں۔ ان کے علاوہ اردو میں حملۂ حیدری، مثنوی یوسف زلیخا، مثنوی لیلیٰ مجنوں، مثنوی خسرو شیریں انھوں نے لکھی تھی۔ اردو میں ایک شاہنامہ بھی تصنیف کرنا شروع کیا تھا لیکن اجل نے مہلت نہ دی (مجموعۂ نغز، ۱: ۳۷۹)۔ اشپرنگر نے ایک اور مثنوی کا بھی ذکر کیا ہے جس میں لکھنؤ کا بیان تھا۔ ایک تذکرہ ان شاعروں کا لکھا تھا جو ان کے مشاعروں میں شریک ہوتے تھے (یادگار: ۱۳۷)۔ سرور لکھتے ہیں کہ نظم میں ان کے کوئی دو لاکھ شعر ان کی نظر سے گزرے ہوں گے۔ ان کا کلام سلام، مرثیہ وغیرہ بلکہ سارے اصناف شاعری پر مشتمل تھا۔

عشق ص ۵۷

۱۔ مجموعۂ نغز: نبیرۂ شاہ فرہاد . . . کہ در مغل پورہ (دہلی) بر مسندِ ارشاد متمکن گزیدہ . . . سلسلۂ ایشاں بہ میر ابوالعلیٰ اکبرآبادی . . . میرسد . . . ازیک بعظیم آباد توجہ نمودہ . . . آخر کار بہمان دیار بر وضۂ رضواں خرامید۔ سالِ وفات ۱۲۰۳ھ (تذکرۂ عشقی: ۶۷)

۲۔ دیوان کے متعلق تفصیلات کے لیے دیکھیے احواشی تذکرۂ حیدری: ۴۷۔ یہاں صرف یہ اضافہ کرنا ہے کہ دیوانِ عشق کا ایک نسخہ کتبخانۂ رامپور میں بھی محفوظ ہے یہ ۱۲۴۸ھ کا لکھا ہوا ہے۔

عشق ص ۵۸

۱۔ پسر حکیم ابوالقاسم میر قدرت اللہ قاسم صاحب تذکرہ مجموعۂ نغز۔ گلشنِ بیخار کی ترتیب کے وقت (۱۲۴۸-۱۲۵۰ھ) بقیدِ حیات تھے (ص ۱۳۵) کریم الدین لکھتے ہیں: قریب پانچ یا سات برس کے ہوئے کہ فوت ہوئے (طبقات شعرائے ہند: ۳۷۶) یہ تذکرہ ۱۸۴۷/۱۲۶۳ھ مکمل ہوا ہے۔ ۱۸۴۰ء/۱۲۵۶ھ کے لگ بھگ وفات ہوئی ہوگی۔ نغمۂ عندلیب، گلستانِ بیخزاں میں باطن نے عشق کا اس طرح ذکر کیا ہے جیسے وہ اس وقت تک زندہ ہوں (ص ۱۶۲) اس تذکرے کا سالِ آغاز ۱۲۶۱ اور سالِ اختتام ۱۲۶۵ھ ہے۔

۲۔ مجموعۂ نغز: حافظ قرآن شریف

۳۔ خوب چند ذکا، اور شیفتہ، (گلشنِ بیخار: ۱۳۵) اور نساخ، (سخن شعرا: ۳۳۱)

سب انھیں صاحبِ دیوان لکھتے ہیں۔ خود قاسم کا انتخاب (مجموعۂ نغز) بھی اسی پر دال ہے بہر حال ان کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ ۱۲۳۶ھ (۱۸۲۱ء) کا لکھا ہوا انڈیا آفس کے کتابخانے میں نظر سے گزرا، تعدادِ اوراق : ۲۰۷

۴- مجموعۂ نغز : ہیں ۵- مجموعۂ نغز : خبرداری

۶- مطابقِ روایتِ مجموعۂ نغز، لیکن گلشنِ بیخار میں شعر اس طرح ہے :

بلبل تو عبث پھولے ہے اس گل پہ کہ جس کی

کچھ دل میں مروت ہو نہ آنکھوں میں حیا ہو

عظیم ص ۵۹

۱- کریم الدین لکھتے ہیں : وفات کو قریب بیس سال کے گزرے ہوں گے (طبقات : ۳۴۴) گویا وفات ۱۸۲۷ء کے لگ بھگ ہوئی۔ قاسم انھیں مرحوم لکھتے ہیں (مجموعۂ نغز ۲/۲) گویا سال وفات ۱۲۲۱ھ سے پہلے ہے نساخ نے سالِ دفات ۱۲۲۱ھ لکھا ہے (سخن شعرا : ۳۳۳) تذکرۂ سرور کی ترتیب سے پہلے وہ فوت ہو چکے تھے (تذکرۂ سرور : ۱۷۸) عظیم سے متعلق ایک مضمون ماہنامہ سب رس، حیدر آباد (اکتوبر ۱۹۷۰ء) میں شائع ہوا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ عظیم کا ۱۸۶۵ء میں جادرہ میں انتقال ہوا - واللہ اعلم۔ لیکن قاسم اور سرور کی روایت کے سامنے یہ تاریخ ٹھیک نہیں معلوم ہوتی - دونوں ان کے دلی دوست تھے۔ اگر ان کے تذکرے کی ترتیب کے وقت عظیم زندہ ہوتے، تو انھیں یقیناً اس کا علم ہونا چاہیئے تھا۔ ۲- مجموعۂ نغز : کابلی الاصل

۳- سودا اور درد سے بھی مشورۂ سخن کیا تھا (مجموعۂ نغز، ۲ : ۲) میر حسن انھیں شاگردِ سودا لکھتے ہیں (تذکرۂ حسن : ۱۰۹)

۴- مشہور مخمس : تو جو مشاعرے کو صبا آج کل چلے، قاسم نے اس کے ۱۹ اور سرور نے ۱۵ بند نقل کیے ہیں۔

۵- قاسم، سرور اور ذکا نے ان کے دیوان کا ذکر کیا ہے۔ دیوانے مختصر در نہایت جودت و پختگی بر صفحۂ روزگار از دیادگار است (مجموعۂ نغز، ۲ : ۲)۔ دیوان کا قلمی نسخہ بخط مصنف

بھی موجود تھا اور غالباً قاسم کی نظر سے گزرا تھا (۲: ۸) انھوں نے ۱۵ شعروں کا انتخاب کیا ہے، یقین ہے دیوان ان کے پیش نظر تھا۔ مصحفی لکھتے ہیں: دیوانش بلاتشبیہ بہ شکلِ حمائل واقع شدہ

۶۔ تذکرۂ عشق: خاک پہ

۷۔ اصل: خوابِ عدم کو فتنۂ بیدار کر چلے (تصحیح کی گئی)

۸۔ مجموعۂ نغز: کیجو عظیم کو بھی یا رب! غریقِ رحمت۔

۹۔ قاسم لکھتے ہیں کہ بعض لوگ اس شعر کو عماد الملک (وزیر الممالک غازی الدین خاں 'نظام') کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن میں نے مرزا عظیم بیگ کی زبان سے اپنی غزل میں اسے پڑھتے سنا ہے اور دیوان عظیم بیگ کے اس قلمی نسخے میں بھی جو مصنف کا خود نوشت ہے، یہ شعر موجود ہے (مجموعۂ نغز، ۲: ۸) اس زمین میں عماد الملک کی غزل ضرور ہے جس کا مطلع قاسم نے ان کے ترجمے میں (۲: ۲۷۸، درج کیا ہے۔

غافل ص ۵۹

۱۔ اصل متن میں تخلص عارف لکھا ہے، لیکن مجموعۂ نغز سے معلوم ہوتا ہے کہ میر محمد علی 'جی کے دو شعر یہاں انتخاب میں لیے گئے ہیں تخلص عارف نہیں، بلکہ غافل تھا (یوں بھی غلس کی ردیف کے تحت عارف کیوں کر آ سکتا تھا، غالباً یہ بھی کاتب نسخہ کی صحیح نویسی کا کرشمہ ہے) یہاں متن کی تمام عبارت اور انتخاب کے دونوں شعر بھی مجموعۂ نغز سے ماخوذ ہیں، بلکہ مجموعۂ نغز میں یہی دونوں شعر ہیں۔ البتہ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ سرور اور ذکا دونوں نے نام میر احمد علی لکھا ہے۔

۲۔ اُن کا خاندان دکن کا تھا اور انھوں نے بنارس میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ لبعد کو مرشد آباد چلے گئے تھے اور وہیں شاہ قدرت اللہ قدرت (مقیم مرشد آباد) کے شاگرد ہوئے۔

غالب ص ۵۹

۱۔ غالب، مخاطب بخطاب نواب بہادر بیگ خاں غالب جنگ، از متوسلانِ شاہ عالم بادشاہِ غازیست (تذکرۂ عشق، ۲: ۹۹)

۲۔ مجموعۂ نغز: مکرم الدولہ نیاز بیگ خاں طالب جنگ .. (غالب) بعدِ رحلتِ والدِ ماجد هم از پیش گاهِ خلافت به خطابِ مستطاب و الاجناب عزّ امتیاز یافته، امّا بنا بر گردشِ دور .. و عیش پرستی .. دولتِ دیرینه را .. در ایامِ معدوده رائیگاں و بر باد داد۔ در آخرہا به مرتبۂ اعلیٰ ناداری رسیده بود که حضرت قدر قدرت ... وجہے مقرر فرموده۔ امّا حیف که درہماں نزدیکی .. به روضۂ رضواں خرامید۔ سالِ وفات بقول سرورؔ ۱۲۱۸ھ (عمدۂ منتخبہ: ۴۴۶) شیفتہ نے بھی یہی سالِ وفات لکھا ہے (ص ۳۸) اور غالباً سرور ہی سے اخذ کیا ہے۔

۳۔ ذوالفقار الدولہ نجف خاں۔ اصلاً ایرانی (اصفہانی) تھے۔ محمد شاہ کے عہد میں ہندستان آئے۔ اولاً چندے قاسم علی خاں ناظم بنگالہ کے ساتھ رہے اور اس کی وفات کے بعد الٰہ آباد پہنچے اور شاہ عالم ثانی کی ملازمت اختیار کرلی، اسی کے ساتھ ۱۱۸۵ھ میں دلّی آئے۔ خدماتِ جلیلہ کے اعتراف میں ذوالفقار الدولہ نواب نجف خاں بہادر غالب جنگ کے خطاب سے سرفراز ہوئے، پھر عہدۂ امیر الامرا ملا۔ ۸ رجادی الآخر ۱۱۹۶ھ / ۲۲ اپریل ۱۷۸۲ء کو بعمر ۴۹ سالگی دلّی میں فوت ہوئے اور درگاہ شاہ مرداں کے متصل اپنے خرید کردہ قطعۂ زمین میں دفن کیے گئے۔ تاریخ ہوئی:
ایں قدمگاہِ شہ مرداں نجف آباد کرد۔ قبر پر تاریخ کندہ ہے: ایں تربتِ نجف (مفتاح التواریخ: ۳۵۹)

۴۔ مجلسِ مراختہ بدولت خانۂ خود منعقد می ساخت و به ضیافت مجلسیاں خاصه شعرائے فصاحت بیاں بانواع اطعمه و اقسام اشربه و صد گونه رقص می پرداخت (مجموعۂ نغز ۲: ۲۴) سرورؔ کے ہاں کچھ اور تفصیل ملتی ہے: پیش از وقتِ غلام قادر نمک حرام در خانۂ خود مجلسِ مشاعرہ منعقد می کرد، و به اقسام اغذیه ضیافتِ شاعراں می نمود و شب به تماشائے رقصِ ماہرویاں مع حاضرین محفل بسر می برد (تذکرۂ سرورؔ: ۲۴۶)

۵۔ فارسی شعر میر فرزند علی موزوں کو دکھاتے تھے اور اردو اشعار پر ہدایت اور فراق سے اصلاح لیتے تھے۔

۶۔ مجموعۂ نغز: قصۂ درد جو شب اپنا سنایا ہم نے

۷۔ مجموعۂ نغز: قاصد! اُسے آیا ہوں کبھو میں بھی بھلا یاد۔ یہ روایت بہتر ہے، اور اگر یہ مطلع ہے تو پھر یہی صحیح ہے۔

۸۔ گلشن بے خار: بجلی کے چمکنے سے ہے احسان، مجموعۂ نغز: بجلی کے کڑکنے کا ہوں قربان۔

۹۔ مجموعۂ نغز: چھاتی سے آلگے، تذکرۂ سرور: لگ گے۔

۱۰۔ مجموعۂ نغز: ہم نے لکھ کرا دے ۔۔۔

غریب ص ۶۰

۱۔ آزردہ کے پیشِ نظر ظاہراً تذکرۂ سرور ہے: غریب تخلص: میر محمد تقی احوالش مطلق معلوم نیست، اشعار خوب می گوید (ص ۲۵۳) پھر یہی شعر درج کیا ہے، روایت بھی عمدۂ منتخبہ کے مطابق ہے، شیفتہ، سرور کی رائے سے متفق نہیں۔ مصحفی نے بھی لکھا ہے: "امتیاز تمام دارد" (تذکرۂ ہندی: ۱۵۶) "میر محمد تقی، غریب تخلص در سلکِ متوسطین بود۔" (تذکرہ میر حسن: ۱۱۳)، "از ملازمانِ نواب عالی جاہ میر قاسم خان مرحوم بود (گلزارِ ابراہیم: ۱۸۲)، "مردے بود سر بسر اہلیت و شخصے بود سراپا آدمیت (مجموعۂ نغز، ۲: ۲۷) ۱۲۲۱ھ سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔

۲۔ تذکرۂ حسن، گلشن سخن: کسی کے، مجموعۂ نغز: کسو کو۔

۳۔ گلشنِ سخن: جب تک کہ آئے۔ اصل: ہمارا کیا حال ہو جب دیکھے بہار آئے (جو غیر موزوں ہے)۔

غضنفر ص ۶۰

۱۔ غضنفر علی خاں غضنفر نبیرۂ غلام حسین کر دُرہ، باشندۂ لکھنؤ شاگردِ جرأت از جملہ شاگر دانش "مشارالیہ در شعر گوئی رتبۂ عالی دارد" (تذکرۂ سرور: ۲۵۱) شیفتہ نے اس خیال کی تردید کی ہے "از مالِ دنیا نیز بہرۂ وافی داشتند" (تذکرۂ ہندی: ۱۵۶)، غضنفر کا کلام زیادہ نہیں ملتا، لکھنؤ کی ایک بیاض سے قاضی عبدالودود صاحب نے معاصر (۴، ۱: ۱۹۰) میں کچھ شعر درج کیے ہیں۔

۲۔ تذکرۂ سرور: کسی کا۔

غمگین ص ۶۰

۱۔ قاسم وسرور کے تذکروں میں انھیں 'جوان' لکھا ہے۔

۲۔ قاسم نے برادر زادہ لکھا ہے، لیکن شیفتہ انھیں برادرِ شاہ نظام الدین احمد لکھتے ہیں (گلشنِ بے خار: ۱۴۴)، اور غالباً 'برادر' ہی صحیح ہے کہ یہ لوگ ان کے ذاتی ملنے والے تھے، ان کے علم میں ہونا چاہیے۔

۳۔ شاہ نظام الدین احمد عرف شاہ کوڑی، عہدِ شاہ عالم ثانی میں مرہٹہ گردی کے زمانے میں دہلی کے ناظم تھے، عوام اُن سے بہت شاکی تھے۔ مصحفی کا یہ شعر انھیں کے متعلق ہے جو سودا کے شہر آشوب کے جواب میں انھوں نے لکھا ہے:

بیدادِ نائب کی یہ احوال ہے واں کا ہر روز نیا قافلہ پورب کو رواں ہے

۴۔ خوب چند ذکا نے انھیں صاحبِ دیوان لکھا ہے۔ مجموعۂ نغز: شاگردِ سعادت یار خاں رنگین۔۔ علی قدر حال خطِ نسخ می نویسد۔

فدا ص ۶۱

۱۔ نواب ضیاء الدولہ حسین خان عرف آقا مرزا کے بیٹے۔ سلطان قرانوالہ کی اولاد سے۔

۲۔ تذکرۂ ہندی کی ترتیب کے وقت اُن کی عمر ۲۲ سال تھی، قاسم وسرور کے تذکروں کی ترتیب کے وقت زندہ تھے۔

۳۔ شاگردِ ممنون و مصحفی (تذکرۂ ہندی: ۱۶۹) در علمِ رمل بے نظیر و در طبابت وغیرہ دستگاہ دارد۔

۴۔ ذکا نے اُن کے دیوان کا ذکر کیا ہے۔ انتخابِ کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ دیوان غالباً مصحفی کی نظر سے گزرا تھا۔

فدوی ص ۶۱

۱۔ تذکرۂ ہندی، مجموعۂ نغز: شاگردِ صابر علی شاہ صابر۔

۲۔ نام مرزا فدوی نہیں، بلکہ مکند لال تھا۔ بعد کو حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر محمد محسن کے نام

سے موسوم ہوئے۔

۲۔ تذکرۂ ہندی: زیادہ از مرتبۂ شاعری قدم در راہِ امرد پرستی گزاشت ... بہ سرکارِ نواب محمد یار خان .. نوکر شد .. بعد دو سہ ماہ .. بہ سبب برہمزدگی مزاجِ نواب ... برخاستہ رفت ... و بعد از جنگِ سکرتال .. باجلِ طبعی در مراد آباد درگذشت۔ عمرش از پنجاہ متجاوز خواہد بود .. حسبِ فرمائشِ نواب ضابطہ خاں مثنوی (یوسف، زلیخا) بہ زبانِ ہندی نظم می کرد۔ وفات بارھویں صدی کے عشرۂ ہفتم کے اواسط میں ہوئی ہوگی

۴۔ سودا اور فدوی کی باہمی ہجوگوئی کے لیے دیکھیے تذکرۂ میر حسن۔ سودا کی ہجو بقال و بوم انھیں سے متعلق ہے۔

۵۔ تذکرۂ ہندی: سو۔ مجموعۂ نغز: مطابق اصل۔

فدوی ص ۶۱

۱۔ سالِ ولادت ۱۱۵۰ھ کے لگ بھگ، سالِ وفات بھی معلوم نہیں، ۱۲۰۳ھ تک البتہ ضرور زندہ تھے (اس لیے کہ اس سال انھوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت عشق کی تاریخ وفات کہی)، علی لطف کے تذکرے میں جس کا سالِ تالیف ۱۲۱۵ھ ہے، اُن کی وفات کا ذکر ہے۔ تو وفات ۱۲۰۳ھ اور ۱۲۱۵ھ کے درمیان کسی سال ہوئی ہوگی۔ اپنے استاد اور شیخ حضرت رکن الدین عشق کے تکیہ واقع عظیم آباد میں اُن کے قریب مدفون ہیں۔ مجموعۂ نغز: بھجو بیگ .. بناگاتش بخدمتِ سوانح نگاری عزِّ امتیاز داشت۔

۲۔ مجموعۂ نغز: در ہمانجا، بجوارِ رحمتِ حق پیوست۔

۳۔ ایضاً: نسبتِ تلمذ بہ شاہ گھسیٹائے عشق دارد۔

۴۔ دیوان کے مختلف نسخوں کے لیے دیکھیے، مقدمۂ کلیاتِ فدوی۔

۵۔ کلیاتِ فدوی: کیا تسلّی کر گیا تھا وہ فریبی آن کر، تذکرۂ حسن: دل کی مرے۔

۶۔ دونوں شعر کلیات میں نہیں مل سکے، لیکن تذکرۂ ہندی (ص ۱۶۶) اور مجموعۂ نغز (۲: ۴۲) میں موجود ہیں۔

۷۔ تذکرۂ سرور: ص ۷۴ بنام فدوی عظیم آبادی لیکن سرور ہی اسے شاہ رکن الدین عشق

عظیم آبادی کی ملکیت بھی بتاتے ہیں (تذکرۂ سرور : ۶۱۶) شعر فدوی ہی کا ہے اور اُن کے کلیات میں موجود ہے (ص ۲۷)۔ مجموعۂ نغز: محروم (بجائے مرحوم)

۸۔ کلیات فدوی: جوں شمع گرچہ شب کو بلا سر سے ٹل گئی بہ پر ہوش فکر آج کی کر، کل کی کل گئی

فراق ص ۶۲

۱۔ وفاتش را سالے چند آمدہ (گلشن بے خار: ۱۴۹) مجموعۂ نغز: از افاغنہ لودھی۔

۲۔ اضافہ از مجموعۂ نغز

۳۔ مجموعۂ نغز: سخن خود.. باصلاح شیخ بزرگوار (درد) دعِم.. خود رسانیدہ و برخے از اشعار.. از نظرِ.. سودا ہم گزرانیدہ۔

۴۔ دیوان کے متعلق معلومات تذکرۂ حیدری (ص ۴۸) میں دیکھے جائیں۔ دیوان، شاہ کمال کی نظر سے گزرا تھا: دیوان نزدِ میاں آفاق (شہرت صاحب کہ شاگردِ رشید حکیم صاحب موصوف ہستند از دہلی بہ حیدر آباد دار دبودند، موجود بود، طلبیدہ انتخاب نمودہ شد (مجمع الانتخاب : ۹۶)

۵۔ مجموعۂ نغز: دلِ رنجور، سرور کی روایت آزردہ کی روایت کے مطابق ہے۔

۶۔ مجموعۂ نغز: کس پیچ سے، کس ڈھب سے۔

۷۔ ایضاً: یولو ۸۔ ایضاً: رشک

۹۔ ایضاً: سب

فرحت ص ۶۳

۱۔ قاسم نے ۱۲۲۱ھ کے لگ بھگ انھیں 'نوجوان' لکھا ہے۔ کریم الدین لکھتے ہیں کہ قریب بارہ برس کے گزرے کہ لکھنؤ کو چلا گیا ہے (تذکرہ : ۳۷۹) ظاہراً سالِ ترتیب تذکرہ ۱۲۶۳/۱۸۴۷ تک زندہ تھے۔ سرور نے صرف ایک فرحت کا ذکر کیا ہے جو میر عزت اللہ عشق کے شاگرد تھے۔ اور رحمن کا نام اس نے میر فرحت علی لکھا ہے (تذکرہ : ۴۹۲)، اگر یہ دوسرے فرحت نہیں ہیں، تو قریب بہ یقین ہے کہ ان کا نام میر امیر علی ہی تھا جیسا کہ قاسم نے لکھا ہے۔

۲۔ مجموعۂ نغز : سوز ۲۔ اضافہ از مجموعۂ نغز

فرہاد ص ۶۳

۱۔ ظاہراً تذکرۂ سرور کی ترتیب کے وقت زندہ تھے۔ مصحفی لکھتے ہیں : مردماں شاگرد میر حسنش گویند، امّا خود کمتر اقرار می کند، غالباً در ابتدا شاگرد باشد، حالا بقوتِ خود می گوید (ریاض الفصحا : ۳۵۲)

فغاں ص ۶۴

۱۔ تذکرۂ ہندی : عرف کوکہ خاں . . . نسبتِ شاگردی بہ ندیم می رساند۔۔ از شاہ جہاں آباد بر آمدہ . . معرفتِ میر محمد نعیم کہ ہم مکتب ایشاں بود، بملازمتِ نواب شجاع الدولہ . . رسیدہ یکے از مقربان گردیدہ۔ درہماں نزدے روزے نواب وزیر دستش را در عالمِ اختلاط بہ فلس سوختند . . و آخر برہمیں حرکت آزردہ شدہ بطرفِ عظیم آباد رفت و در سرکارِ راجہ شتاب رائے بہ ندامت پیشگی پیش آمدہ، اقتدارِ کلی بہم رسانیدہ بود . . . ہمانجا زندگانی را جواب داد" سالِ وفات ۱۱۸۶ھ، اُن کی قبر محلہ دھول پورہ پٹنہ سٹی میں ہے اور سنگِ مزار پر مفتوں (؟ حکیم ابوالحسن) کا لکھا ہوا قطعۂ تاریخ منقوش ہے :

کوکہ خاں آں بہارِ باغ سخن سوے خلد بریں ز دنیا رفت
کرد مفتوں چو فکرِ تاریخش گفت ہاتف : "سر و دلہا رفت"
(۱۱۸۶)

۲۔ احمد شاہ، ۱۱۶۱ھ میں تخت پر بیٹھے اور یکشنبہ ۱۰ شعبان ۱۱۶۷ھ کو قید ہوئے۔

۳۔ برائے دیوان رجوع حواشی تذکرۂ حیدری : ۶۔

۴۔ مجموعۂ نغز : سنا ہے یوں ۔

فقیر ص ۶۴

۱۔ تذکرۂ سرور اور مجموعہ نغز کی ترتیب کے وقت زندہ تھے ۔ لیکن گلشن بے خار کی ترتیب (تقریباً ۱۲۵۰ھ) کے وقت فوت ہو چکے تھے۔

۲۔ از شعراے تختِ سلطانی دکن سخنانِ باریافتگانِ حضورِ پُر نورِ خاقانی (مجموعۂ نغز : ۸۱۲)

قائمؔ ص ۶۴

۱۔ اگرچہ قائمؔ نے خود بھی یہی نام اپنے تذکرے مخزن نکات میں لکھا ہے، لیکن دراصل یہ ان کا عرف تھا۔ صحیح نام محمد قائم تھا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ان کے والد کا نام محمد ہاشم اور دادا کا محمد اکرم تھا (دستور الفصاحت: ۴۴) نیز ان کا سجع تھا:
از ازل تا بہ ابد نام محمد قائم۔ وفات ۱۲۰۸ھ میں رامپور میں ہوئی اور وہیں نواب محمد یار خاں کے مقبرے کے متصل مدفون ہیں۔

۲۔ مجموعۂ نغز: در آخرہا قاضی قصبۂ امروہہ شدہ۔

۳۔ ... بہ ہدایت اللہ خاں ہدایت (رساند)۔۔ بعد چندے بہ جناب۔۔ خواجہ میر درد۔۔ توسل جست و از مربّی قدیم انحراف ورزید۔۔ بہرحال در آخرِ حال بخدمتِ۔۔ مرزا۔۔ سودا در پیوست و بنا بر خباثتِ اصلی از شاگردیش ہم پہلوتہی می کرد، مرزا ساقی نامہ در ہجوش گفتہ کہ بعد انابت و رجوعِ وے آں ہجو را بنامِ شاعر خیالی فوقی قرار دادہ۔
(مجموعۂ نغز، ۲: ۸۲ ـ ۸۳)۔ دیوان قائمؔ کے سلسلے میں تفاصیل کے لیے رجوع کیجیے۔ حواشی تذکرۂ حیدری: ۸۰۔ یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ پروفیسر اقتدا حسن نے مخزن نکات مرتب کر کے لاہور سے شائع کر دیا ہے۔

۴۔ اس کے بعد کے اوراق نسخۂ کیمبرج سے غائب ہیں۔